اللہ رے یہ وُسعتِ آثارِ مدینہ
عالَم میں ہیں پھیلے ہُوئے انوارِ مدینہ

جامعہ مدنیہ جدیدکا ترجمان
علمی دینی اور اِصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالِمِ ربّانی مُحدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ جدید

جنوری
2015

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

شمارہ : ۱	ربیع الاوّل ۱۴۳۶ھ / جنوری ۲۰۱۵ء	جلد : ۲۳

سیّد محمود میاں	سیّد مسعود میاں
مُدیر اعلیٰ	نائب مُدیر

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ 25 روپے......سالانہ 300 روپے

سعودی عرب، متحدہ عرب امارات.....سالانہ 50 ریال

بھارت، بنگلہ دیش .... سالانہ 13 امریکی ڈالر

برطانیہ، افریقہ .... سالانہ 13 ڈالر

امریکہ .... سالانہ 16 ڈالر

جامعہ مدنیہ جدید کی ویب سائٹ اور ای میل ایڈریس

www.jamiamadniajadeed.org

E-mail: jmj786_56@hotmail.com

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلومیٹر رائیونڈ روڈ لاہور

اکاؤنٹ نمبر انوارِ مدینہ 2-7914-100-020-0954

مسلم کمرشل بنک کریم پارک برانچ راوی روڈ لاہور (آن لائن)

رابطہ نمبر: 042-37726702,03334249302

جامعہ مدنیہ جدید (فیکس) : 042 - 35330311

خانقاہِ حامدیہ : 042 - 35330310

فون/فیکس : 042 - 37703662

موبائل : 0333 - 4249301

مولانا سیّد رشید میاں صاحب طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر

دفتر ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز		۴
درسِ حدیث	حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ	۹
اِسلام کیا ہے ؟	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۱۹
پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصے	حضرت مولانا شیخ مصطفٰی صاحب وہبہ	۲۲
اِسلامی معاشرت	حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری	۲۸
مکتوب شیخ الحدیثؒ بنام مفتی اعظم محمد شفیع صاحبؒ		۳۱
ماہِ ربیع الاوّل اور مسلمانوں کا طرزِ عمل	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ	۳۵
حاصلِ مطالعہ	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۸
برصغیر کے مصاحف کا رسم الخط	جناب ڈاکٹر محمد شفاعت صاحب ربانی	۴۲
فقیہِ اُمت حضرت سیّدنا عبداللہؓ بن مسعود	جناب مولانا محمد عثمان سلیم صاحب	۵۲
اَخبار الجامعہ		۶۳

قارئین اَنوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ اَنوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ اِرسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ اَنوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی اِدارہ سے وابستہ ہے اِس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اَور اِس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اِس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اِس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اَپنا چندہ بھی اِرسال فرمادیں اَور دیگر اَحباب کو بھی اِس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اِس سے اِدارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (اِدارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّابَعْدُ !

۱۶/دسمبر کو ورسک روڈ پشاور میں واقع آرمی پبلک سکول پر دہشت گردانہ حملہ میں ایک سو بتیس طلباء سمیت ایک سو اِکتالیس اَفراد کو نہایت بے دردی سے شہید کر دیا گیا، سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر اِس اَفسوس ناک واقعہ کی تا حال مذمت کا سلسلہ جاری ہے، حقیقت یہ ہے کہ اِس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے مگر سرکار کا تا حال دُھوئیں دار مذمتوں پر اِکتفاء کیے رہنا بجائے خود حد درجہ قابلِ مذمت ہے، حین التحریر اِس اَلمناک حادثہ کے اَصل ذمہ داروں کا سرکاری طور پر کوئی کھوج نہیں لگایا جاسکا۔ حالات کی سنگینی کا اَصل تقاضا یہ ہے کہ صرف کھوج لگانے پر اِکتفاء نہ کیا جائے بلکہ کھوج لگا کر ذمہ داروں کو قرارِ واقعی سزا دینے کے ساتھ ساتھ اِس حادثہ کے اَسباب کا بھی تدارک کیا جانا ضروری ہے اور سب سے بڑھ کر جو چیز ضروری ہے وہ یہ کہ پورا ملک جس آگ میں جل رہا ہے اُس آگ کے لگانے والے کون ہیں جن اَفراد نے اِس ملک کو اِس بھیانک آگ کی نظر کر کے اِس کی سرحدوں کو غیر محفوظ کیا،

دَرحقیقت وہی اِن سانحات کے ذمہ دار ہیں، مغربی سرحدوں پر اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف کافروں کی جنگ لڑنے والوں کو جب تک کٹہروں میں لاکر قرار ِواقعی سزا نہ دی جائے گی اور اُن کو قومی مجرم قرار نہ دیا جائے گا اُس وقت تک سانحات کو اُگلنے والی بھٹی ٹھنڈی نہ ہو سکے گی۔

ہندو بنیے کے حق میں اِس سے بہتر اور کیا پالیسی ہو سکتی تھی کہ اِس کی مشرقی سرحدات سے پشت پھیر کر پاک فوج کی ڈیڑھ دو لاکھ پر مشتمل نفری کو اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے مدمقابل مغربی سرحدوں کی طرف صف بستہ کر دیا جائے تاکہ دونوں طرف سے مسلمان ہی لڑ بھڑ کر ہلکان ہوتے رہیں۔ لال مسجد کا سانحہ وہاں کی بچیوں کا قتل ِعام، مدرسہ کی عمارت کا بم نصب کر کے اِینٹ سے اِینٹ بجا دینا، اَفغانستان کے مسلمانوں اور پاکستان کے قبائل میں اَمریکی اِشاروں پر خون کی ندیاں بہا دینا اور اپنے مغربی آقاؤں کو راضی رکھنے کے لیے کئی عشروں سے علماءِ حق کی شہادتوں کے سلسلہ کو جاری رہنے دینا، اُن کے قاتلوں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرنا، اِس پر مستزاد یہ کہ آئین شکن ''پرویز مشرف'' جس پر پاکستان کی سپریم کورٹ میں غداری کا مقدمہ چل رہا ہے وہ اپنے کردہ گناہوں پر نادِم بھی نہیں ہے بلکہ پوری ڈھٹائی سے کام لیتے ہوئے اُن کو درست قرار دیتا ہے۔

کئی برسوں سے سزائے موت کا قانون نادیدہ قوتوں کی خواہش پر تعطل کا شکار رہا، علماءِ کرام اور جج صاحبان وقتاً فوقتاً اِس تعطل کی مذمت اور سزاؤں کے فوری اِجراء کا مطالبہ کرتے رہے مگر اَب پشاور سانحہ کی آڑ میں اِس کو فوری بحال کر کے راتوں رات ''لاقانونیت'' کے زور پر قانونی رُکاوٹوں کو دُور کر کے ضروری وقفوں کو نظر اَنداز کرتے ہوئے پرویز مشرف پر حملہ کرنے والوں کو اِس لیے تختۂ دار پر چڑھا دیا گیا کہ وہ چلتے پھرتے ''زِندہ مقتول'' کے قاتل ہیں، یوں ''زِندہ مقتول'' کے بدلہ میں کئی اَفراد کو سزائے موت دے کر اَندھی تاریخ رقم کر دی گئی اور جیسے ''اچھے برے'' طالبان کا فرق ختم کرنے کا شاہی فرمان جاری کیا گیا بالکل اِسی طرح ''قاتل'' اور ''غیر قاتل'' کے فرق کو ختم کرتے ہوئے شاہی عمل کا اِجراء بھی کر دیا گیا۔

بدقسمتی ہے اِس قوم کی جس کے منصوبہ سازوں کی اُنگلیاں قوم کی نبض کے بجائے اپنی ہی ''نبض'' پر ہیں، یہ ''نفس'' کے ''مسیحا'' تو بنے قوم کے نہیں۔

دُوسری طرف خود اَمریکی ریٹائرڈ ایڈمرل جان کربی کا بیان ۲۳؍ دسمبر کے قومی جرائد میں جلی سرخی سے شائع ہوا کہ

''اَمریکہ کا اَفغانستان میں ملا عمر سمیت ''اچھے'' طالبان کے خلاف کارروائی نہ کرنے کا اعلان۔ طالبان کا رُکن ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اَمریکہ صرف اِس بنیاد پر اُن کے خلاف آپریشن کردے، ۲؍ جنوری ۲۰۱۵ء کے بعد پالیسی میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں گی۔ ترجمان پینٹا گون۔''

سانحہ پشاور کے رُونما ہوتے ہی اِن اِسلام دُشمن قوتوں نے اپنے منفی رُجحانات کی تسکین کے لیے بے رحمی سے کام لیتے ہوئے ملک و قوم کا عظیم سرمایہ ''دینی مدارس'' کو نشانہ پر لیتے ہوئے تمام واقعات کا اِن کو ذمہ دار ٹھہرانے کے لیے اَیڑی چوٹی کا زور لگا دیا، یہودی میڈیا نے اپنے وفادار قادیانی و آغا خانی چاکروں کے ذریعہ رائے عامہ کو گمراہ کرنے کی سرتوڑ کوششیں کر ڈالیں اُن کی دِلی تمنا تھی کہ مُلک میں لگی ''آتشِ نمرود'' کو ہوا دے کر رہے سہے پاکستان کو بھسم کردیں وہ چاہتے تھے کہ ملک کو نہ ختم ہونے والی خانہ جنگی میں ہمیشہ کے لیے دھکیل دیں۔

مقامِ شکر ہے کہ علماءِ کرام کی دُور اَندیشی اور حقیقت پسندی، مذہبی اور سیاسی قائدین کا تحمل کام آگیا اور ملک و قوم ایک بار پھر یہودی، قادیانی آغا خانی کے بچھائے جال سے بال بال بچ گئے، شمعیں تو خوشی کے موقع پر روشن کی جاتی ہیں مگر ذمہ داروں نے تو مگر مچھ کے آنسو بہا کر شہیدوں کے پسماندگان کے سوگ کی آڑ میں بھنگیوں و عیسائیوں کے کافرانہ طور طریقوں کو رواج دیتے ہوئے قومی و صوبائی اسمبلیوں اور دیگر اَیوانوں میں ایک دومنٹ کی خاموشی اور چوراہوں میں شمعیں روشن کرواکر چراغاں کرادیا، سوگواروں نے ''آنسو بہائے'' تو یاروں نے ''دِیے جلائے''۔

ہوئے تم ''دوست'' جس کے ''دُشمن'' اُس کا آسمان کیوں ہو

حزبِ اِقتدار اور کرکٹ کھلاڑیوں نے تو کمال ہی کر دِکھایا کہ بازوؤں پر کالی پٹیاں باندھ کر عرب اَمارات کے اسٹیڈیم میں عالمی سطح پر کئی دِن کرکٹ کی دھما چوکڑیاں مارتے رہے، عظیم حادثہ کے سوگواروں کے زخموں پر نمک پاشی اور اُن کے ذہنوں کو ''ٹارچر'' کرنے کی اِس سے بڑھ کر اور کیا اَذیت ہو سکتی ہے ! ! ! اگر بالفرض کسی کھلاڑی کا خونی رشتہ دار اِس نوعیت کے حادثہ کا شکار ہوتا تو کیا تب بھی وہ کالی پٹی باندھ کر مستیاں کرتا ؟

دُوسری طرف پورے ملک کے دینی مدارس میں سوگواروں کے لیے صبر اور شہداء کے لیے دُعائے مغفرت کا سلسلہ کئی روز جاری رہا۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک وملت کی حفاظت فرمائے اور باطل کے ناپاک عزائم ہمیشہ کے لیے خاک میں ملائے۔

آخر میں ''گھر'' کی شہادت کا ایک تراشہ بھی ملاحظہ فرمائیں، کسی نے ٹھیک کہا جادُو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔

> ۱۵ رمئی کو کنونشن سینٹر میں پانچ ہزار اَفراد کی موجودگی میں سابق وزیر اعظم جناب چوہدری شجاعت حسین نے کہا :
>
> ''جب میں وزیرِ داخلہ تھا، میں نے بیس ہزار مدارس کا سروے کروایا، خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے مکمل معلومات حاصل کیں مگر اُن بیس ہزار مدارس میں سے کسی بھی مدرسہ سے نہ کوئی ایک پسٹل تک برآمد ہوا اور نہ کوئی ایسی رپورٹ مِلی کہ کوئی مدرسہ کسی قسم کی تخریب یا دہشت گردی کی تعلیم دیتا ہو۔
>
> میں پورے یقین سے کہتا ہوں مدارس کے خلاف چلائی جانے والی مہم محض تعصب کی بنیاد پر ہے، مدارس اِنتہائی پُر اَمن طریقے سے اور مثبت اَنداز میں اپنا کام کررہے ہیں، یہ مدارس دُنیا کی سب سے بڑی این جی اَوز ہیں، مدارس کے نظام

کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے۔''

اُنہوں نے سٹیج پر بیٹھے آئی ایس آئی کے سابق سربراہ جنرل حمید گل کی طرف دیکھا :

'' کیوں جنرل صاحب ! جو کچھ میں نے کہا درست ہے نا ''

جنرل صاحب نے تصدیق میں سر ہلایا۔

(بشکریہ ماہنامہ وفاق المدارس، شمارہ محرم ۱۴۳۶ھ)

جبکہ موجودہ وزیرِ داخلہ چوہدری نثار نے بھی دسمبر کے آخری عشرہ میں ایک اِنٹرویو کے دوران اِس بات کا اِعتراف کیا ہے کہ '' ۹۰ر فیصد مدارس صرف تعلیمی سرگرمیوں تک محدود ہیں اور یہ مدارس ہمارے دستِ راست ہیں جبکہ بقیہ ۱۰ر فیصد میں دیگر فرقوں کے مدارس بھی شامل ہیں۔''

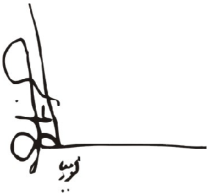

وفیات

۲۲ر دسمبر کو جامعہ مدنیہ جدید کے بہی خواہ بھائی شہزاد اِلٰہی صاحب اور بھائی یوسف اِلٰہی صاحب کے والد محترم اَلحاج محبوب اِلٰہی صاحب طویل علالت کے بعد وفات پا گئے۔

۲۲ر دسمبر کو جامعہ مدنیہ لاہور کے اُستاذ الحدیث حضرت مولانا نعیم الدین صاحب کے بڑے بھائی جناب نایاب الدین صاحب طویل علالت کے بعد لاہور میں وفات پا گئے۔

گزشتہ ماہ مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا محمد اِسماعیل صاحب شجاع آبادی کے والد محترم وفات پا گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہِ حامدیہ میں مرحومین کے لیے اِیصالِ ثواب اور دُعائے مغفرت کرائی گئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔ اہلِ اِدارہ جملہ پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً — درسِ حدیث — علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اَقدس پیرو مرشد مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان ''خانقاہِ حامد یہ چشتیہ'' رائیونڈ روڈ لاہور کے زیرِ اِنتظام ماہنامہ ''اَنوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے، اَللہ تعالیٰ حضرتِ اَقدسؒ کے اِس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

خیالات اور وسوسوں پر اِشکال، اِس کا جواب اور علاج

اپنی تعریف کرنا اور کروانا گناہ ہے ۔ اَنبیاءِ کرام معصوم ہوتے ہیں

﴿ تخریج و تزئین : مولانا سیّد محمود میاں صاحب ﴾

(کیسٹ نمبر 82 سائیڈB 1988 - 01 - 03)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ !

اِنسان کی فطرت میں اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں رکھی ہیں اُن میں ایک چیز یہ ہے کہ طرح طرح کے خیالات آتے رہتے ہیں، اچھے بھی برے بھی، کبھی نیکی کی چیزیں سوچتا ہے کہ یہ کروں گا یہ کروں گا اور کبھی برائی کے خیالات بھی آتے ہیں اور اگر برائی کرنے کے خیال نہ آئیں تو وسوسے بھی آجاتے ہیں تو یہ کیا چیز ہے، یہ ''فطرت'' ہے، اَب جب فطرت ہوئی تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ نے رکھی ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے تو پھر اُس پر گرفت ہے یا نہیں ؟ تو آقائے نامدار ﷺ نے اِس اِشکال کو دُور فرمایا، اِرشاد ہوا اِنَّ اللّٰہَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِہٖ صُدُوْرُھَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِہٖ اَوْ تَتَکَلَّمْ [1]

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ۶۳

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک کی آیت میں نازل فرمایا تھا ﴿ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ ﴾ جو تمہارے اَندر دِلوں میں ہے ظاہر کرو یا چھپاؤ ﴿ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ﴾ اللہ تعالیٰ تم سے اُس کا حساب فرمائیں گے، یہ بات تو اِیمان والوں کے لیے بہت ہی شاق، تشویش اور بے چینی کی تھی کہ ہمارے دِل میں جو بات آئے ہمارے ذہن میں جو بات آئے اللہ تعالیٰ اُس بات کا بھی حساب فرمائیں تو اِس تکلیف میں مبتلا رہے صحابہ کرامؓ کچھ وقت جب تک اِس آیت کی مزید تشریح نہیں ہوئی کہ کیسے ہوگا یہ حساب اور کیسے اِس سے بچنا ہوسکتا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ نہیں ایسی صورت نہیں ہے بلکہ وسوسے جو ذہن میں آتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو معاف فرمایا ہے مَا لَمْ تَعْمَلْ بِہٖ جب تک اُس پر عمل نہ کرے اَوْ تَتَکَلَّمْ یا وہ زبان سے اَدا نہ کرے، ذہن میں جو چیز آئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے خلاف ہوتی ہو تو اُس پر اگر عمل نہیں کیا تو کوئی حساب نہیں بلکہ عمل نہ کرنے پر آگے حدیثوں میں دُوسری جگہ آتا ہے کہ ثواب ہے، ذہن میں بات آئی اور اُس سے رُک گیا تو رُکنے پر ثواب ہے، اِسی طرح سے کوئی بات ذہن میں آئی ہے مگر اُس کو ذہن میں ہی رکھا ظاہر نہیں کیا زبان سے اَدا نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں اُس پر بھی کوئی گرفت نہیں۔

وسوسوں کے متعلق سوال :

صحابہ کرامؓ نے ایک دفعہ دریافت کیا اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا یَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِہٖ ہمارے ذہنوں میں بعض دفعہ ایسے خیالات آتے کہ گفتگو اور زبان پر لانا بھی اُن کا ایسا لگتا ہے جیسے بہت بڑا گناہ ہے، بہت گراں گزرتی ہیں یہ چیزیں ہمیں اِس طرح کی۔

حکیمانہ جواب :

تو آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا اَوَ قَدْ وَجَدْ تُّمُوْہُ کیا تم (ایسے خیالات کی وجہ سے اپنے اَندر) ایسی تکلیف پاتے ہو ؟ قَالُوْ نَعَمْ اُنہوں نے کہا ایسی بات تو ہے، اَب آپ کہیں گے کہ وسوسے آنے کون سی اچھی بات ہے ! لیکن وسوسے آنے کا مطلب ہے کشاکش شروع ہوئی ہے اور کشاکش کا

مطلب یہ ہے کہ طاقت ہے تو کشاکش ہو رہی ہے ورنہ وسوسہ تو آکر حاوی ہو جائے ! ! اِیمانی طاقت ہے جو مدافعت کر رہی ہے اُس سے اور یہ کشاکش اِیمان کی وجہ سے ہو رہی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ بات پائی جا رہی ہے ؟ اِنہوں نے عرض کیا کہ پائی جا رہی ہے قَالَ ذَاكَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانُ [1] یہ تو خالص اِیمان کی علامت ہے کہ اِیمان اُن چیزوں کو جو ناپسند ہیں اِیمان کے خلاف ہیں آنے سے روک رہا ہے تو جو تمہیں محسوس ہوتا ہے اِس میں فکر کی کوئی بات نہیں علاج کی بھی ضرورت نہیں، اپنے کام میں لگے رہو تو وہ وسوسے خود ہی تھک جائیں گے۔

جب یہ فطرت ہوئے تو اِن کا علاج ؟

تو یہ اِنسان کی فطرت ہے خیالات آنے طرح طرح کی باتیں آنی تو اِس فطرت کی چیز سے پریشان نہ ہوں کیونکہ اگر آپ یہ کہیں کہ یہ خیال نہ لاؤ تو وہ خیال ضرور آئے گا، جتنی دفعہ سوچیں گے کہ یہ بات ذہن میں نہ آئے نہ آئے تو اور آئے گی تب ہی تو نفی کرنی پڑتی ہے، نہ توجہ کریں گے جب وہ آئے گی، توجب یہ خیال جماؤ گے کہ یہ خیال نہ آئے تو وہ اور زیادہ آئے گا تو اُس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ خدا کی یاد میں لگ جاؤ یا کسی دُوسری طرف لگ جاؤ تو وہ خود ہی چلا جائے گا مثلاً اگر آپ کو کوئی چیز پیش آئی ہوئی ہے کچھ بھی ہے اور یہاں کوئی ایسی مصروفیت پیش آجائے جیسے ٹیکنیکل چیزیں ہیں، فلاں مشین کو دیکھنا ہے بغور دیکھنا ہے تمام طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے اِدھر لگ جائے گی توجہ اور وہ جو چیز ذہن میں تھی وہ ہٹ جائے گی، یہاں کوئی چیز ذہن میں آئی ہوئی تھی اور حساب میں گڑ بڑ ہو رہی ہے میزان درست نہیں ہو رہی ایک دفعہ کرے گا پھر (جب بغور کرے گا تو) دُوسری دفعہ سب چیزوں کو بھول جائے گا۔ تو معلوم ہوا کہ کسی اور طرف لگ جانا علاج ہے اِس کا، یہ علاج نہیں ہے کہ اُس کو دفع کرنے کی کوشش کرو۔ تو رسول اللہ ﷺ نے جب اِطمینان دِلا دیا کہ یہ فکر کی بات ہی نہیں ہے تو صحابہ کرامؓ کی توجہ اُس طرف سے ہٹ گئی اور اُن کا یہ علاج بھی ہو گیا اور علاج بھی اِس میں بتا دیا گیا کہ اِس کی طرف توجہ کرو ہی مت، وسوسے آتے ہیں آتے رہیں گے جاتے رہیں گے کوئی فکر کی بات ہی نہیں۔

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الایمان رقم الحدیث ٦٤

حاجی عابد صاحب ؒ، بانیٔ دارُ العلوم دیوبند :

یہ دیوبند میں حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، مسجدِ چھتہ اُن کی عبادت گاہ تھی جہاں (دارُ العلوم) دیوبند بعد میں قائم ہوا، اُنہوں نے ہی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا تھا کہ یہاں مدرسہ بنائیے، اُنہوں نے ہی دیوبند کی جامع مسجد بنائی اور اُس میں مدرسہ کی جگہ رکھی تھی جہاں اَب پھر چلا گیا ہے مدرسہ ایک اِختلاف کے بعد مگر وہ چھوٹی سی جگہ ہے مولانا طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں نے وہاں شروع کیا ہے پھر اَپنا سلسلہ [1] اور یہ تو بہت بڑا مدرسہ ہے اور اَب اِسے اور زیادہ ترقی ہوگئی طلباء دُگنے ہوگئے اور زمین بھی بہت بڑی لے لی، مسجد بہت بڑی بنارہے ہیں بہت بڑے منصوبے ہیں، اَب تو اِس کا خرچ بھی بڑھتے بڑھتے ایک کروڑ دس لاکھ ہے غالبًا فنڈ سالانہ اور یہ سب مسلمانوں کے اللہ تعالیٰ نے دِلوں میں ڈال رکھا ہے۔ بہرحال اَصل بانی جو بنتے ہیں وہ بنتے ہیں حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، وہ پیر بھائی تھے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے، وہی مہتمم اَوّل تھے اُن ہی کی مسجدِ چھتہ میں مدرسہ شروع ہوا۔ حضرت (نانوتویؒ) نے فرمایا کہ میں اپنے بجائے محمود کو بھیج رہا ہوں تو مولوی محمود کو بھیجا اِنہوں نے جو دیوبند ہی کے رہنے والے تھے وہاں پڑھانا شروع کیا چھتہ ہی کی مسجد میں اور سب سے پہلے پڑھنے والے جو تھے وہ بھی محمود حسن صاحبؒ تھے حضرت شیخ الہند اَسیرِ مالٹا۔

حضرت حاجی صاحبؒ کی کنارہ کشی :

اَب اِس کے بعد کچھ اِختلافات ہوئے، حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُس کے اہتمام سے دست کش ہوگئے پھر دوبارہ اُنہیں بلالیا پھر بنالیا مہتمم پھر دست کش ہوگئے پھر تیبارہ بنالیا مہتمم پھر دست کش ہوگئے اور پھر اَلگ ہی رہے وہ، لیکن رہے اِسی جگہ عبادت خانہ اُن کا یہ مسجدِ چھتہ ہی رہا، مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگئے صدر مدرس بنائے گئے تو جگہ جو رہی وہ یہی رہی ہے حاجی

---

[1] ماشاء اللہ اَب یہ مدرسہ بھی بہت بڑا بن چکا ہے گزشتہ برس اَمن عالم کانفرنس کے موقع پر اَحقر دیوبند گیا تو دیکھا۔ (محمود میاں غفرلہٗ)

صاحب ؒ کی ، بعد میں جو جگہ خریدی گئی اور ، وہ بھی یہیں اِس سے متصل خریدی گئی وہ بھی حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہی پر ہے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو رہے ہیں میرٹھ میں مطبع میں اور اُنہوں نے فرمایا کہ میں اِنہیں بھیج رہا ہوں اور میں خود اِس کے لیے مالی کوشش کرتا رہوں گا طالب علموں کے لیے، آخری سالوں میں دو سال تشریف لائے ہیں لیکن نہ تو دارُالعلوم کے باقاعدہ مدرس رہے ہیں اور نہ وہاں کے شیخ الحدیث رہے ہیں نہ مہتمم رہے ہیں (اَلبتہ) سرپرست رہے ہیں۔

حضرت نانوتوی ؒ کا فیض اور قبولیت :

اَب خدا کی شان کہ اُن سے پڑھنے والے میرٹھ جا کر پڑھتے رہے اور اُن کا فیض اِتنا چلا اِتنا چلا کہ معلوم ہوتا ہے کہ دارُالعلوم کے بانی ہی حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا یعقوب صاحب نانوتوی ؒ :

مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب داخل ہوئے دارُالعلوم میں تو شیخ الحدیث حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خالہ زاد یا پھوپھی زاد بھائی بنتے تھے مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے، مولانا مملوک علی صاحب کا نام تو یہاں کورس کی کتابوں میں بھی آتا ہے اُن کے صاحبزادے مولانا یعقوب صاحب، یہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی ہوتے تھے رشتہ کے، یہ تھے شیخ الحدیث اِن سے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھا ہے اِن کی وفات کے بعد اور لوگ رہے شیخ الحدیث پھر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث ہو گئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب دیوبند آتے تھے تو اُنہوں نے اِبتدائی کتابیں پڑھی تھیں حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تو حاجی صاحب کو چونکہ اِختلاف ہو گیا تھا مدرسہ کا اہتمام چھوڑ دیا تھا یکسو ہو گئے تھے تو آتے تو وہیں تھے مسجدِ چھتہ میں، وہی متصل تھی مدرسہ کی جو تھی آخری عمر تک وفات تک وہی جگہ رہی اور مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اُسی مسجد میں ٹھہرے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ دیوبند آئے تو وہ بھی اُسی مسجد میں ٹھہرے یعنی اُن میں حجرے اِس طرح کے بنے کہ اُن میں ایک میں یہ ایک میں وہ گویا کہ اِن لوگوں کا عبادت خانہ اور رہنے کی جگہ یہ بنتی رہی پڑھانے کی بھی جگہ بنتی رہی۔

حضرت حاجی صاحبؒ عظیم مربی :

تو مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تعریف کرتے ہوئے اُن کی لکھتے ہیں کہ میں گیا وہاں تو میرا دِل چاہا کہ میں اُن سے مِلوں، میں نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میں اُن سے ملنے کو جانا چاہتا ہوں، کوئی حرج تو نہیں ہے ؟ اُنہوں نے کہا نہیں، جائیں، کہتے ہیں میں مِلا اور ہر دفعہ ملتا رہا کیونکہ وہ بھی حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو اِس نسبت سے ایک تعلق بھی تھا، وہ کہتے ہیں میں پہلی دفعہ گیا تو ایک شخص نے شکایت کی وسوسوں کی وہ اُن سے بیعت ہوگا اور ذکر واَذکار سیکھ رہا ہوگا اُس نے شکایت کی کہ وسوسے آرہے ہیں تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُسے یہ جواب دیا کہ ''جب تم یہ ذکر کر رہے ہو اِس میں لگے ہوئے ہو تو (اِس کی برکت سے) یہ آ نہیں رہے بلکہ جارہے ہیں نکل رہے ہیں اور پھر تشبیہ دی اُنہوں نے یہ کہ چور جب آتا ہے تو اُس کا پتہ نہیں چلتا کہ کب آیا لیکن جب اُسے پکڑا جاتا ہے یا کھٹکا وَٹکا محسوس ہوتا ہے پھر جب بھاگتا ہے تو نظر آتا ہے تو یہ جاتے ہوئے نظر آرہے ہیں تمہیں، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے اُس میں کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت حاجی صاحب بہت اچھے مربی بھی ہیں کہ اِنسان کو تسلی دے سکیں سمجھا سکیں تربیت دے سکیں اور یہ بات بالکل حدیث کے مطابق ہے۔

آقائے نامدار ﷺ نے اِن چیزوں کو فرمایا کہ بس یہ وساوس ہیں اور ''فطرت'' جہاں تک تعلق ہے فطرت کا وہ (معاف اور) درگزر ہے۔

اپنی تعریف کرنا، کروانا :

مجھے ایک خیال آرہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اپنی تعریف نہ سنو اور کوئی کسی کے سامنے تعریف کر رہا تھا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے تو اِس کی کمر توڑ دی یا قَطَعْتَ عُنُقَهٗ اِس کی گردن ہی ماردی تم نے تو، پسند ہی نہیں فرمایا اور فرمایا کہ جو تعریف کرے اُس کے منہ میں مٹی ڈال دو، آئندہ تعریف ہی نہ کرے یا ایسی بات کہہ دو یا ترکیب کرو ایسی کہ وہ تعریف تمہارے سامنے تمہاری نہ کیا

کرے کیونکہ جب تعریف سنو گے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ اِنسان اُس کے شر سے بچ سکے، خود پسندی آسکتی ہے اپنے دماغ میں بڑائی آسکتی ہے اور بڑئی اللہ کو ناپسند ہے، تکبر بڑائی یہ ناپسند ہے اور اِتنی ناپسند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ میری چادر ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَآئِیْ ایسے سمجھ لو کہ جیسے کسی کی چادر ہو یہ، تو جو اِس کو کھینچا تانی کرتا ہے میں اُسے جہنم میں پھینک دُوں گا قَذَفْتُہٗ فِی النَّارِ[1] اَوکما قال علیہ السلام۔

اِسی طرح سے یہ بھی فرمایا ہے کہ کوئی آدمی جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اُس کے دِل میں ذرا سی بھی بڑائی ہو گی یعنی وہ جنت کا مستحق نہیں ہو گا۔

آپ ﷺ اپنی تعریف پر خوش ہوئے ! وجہ ؟

اور اِدھر یہ ہے کہ تعریف سن کر خوش ہوتے رہیں بعض بزرگوں کا یہ ملے گا، جنابِ رسول اللہ ﷺ بھی اپنی تعریف پر خوش ہوئے ہیں اور ایک صحابی نے وہ قصیدہ پڑھا بَانَتْ سُعَادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَتْبُوْلُ اور وہ وہ تھے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے دھمکی دِلائی تھی وہ پھر آ گئے اور اُنہوں نے قصیدہ پڑھا، قصیدہ میں تعریفی کلمات ہیں :

نُبِّئْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْعَدَنِیْ
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رُسُوْلِ اللّٰہِ مَامُوْلُ

مجھے یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تہدید کی ہے یعنی دھمکی دی ہے لیکن معافی کی بھی رسول اللہ ﷺ کے یہاں اُمید کی جا سکتی ہے۔ تو میں آ گیا اور

اَنَّ الرَّسُوْلَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَآءُ بِہٖ
مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

اِس طرح کا قصیدہ ہے تو رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے اور خوش ہو کر اُن کو چادر عنایت فرمائی، یہ کیا ہے ؟ اپنی تعریف پر خوش ہونا یہ کون سا حصہ ہے، یہ حصہ وہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اِنسان میں رکھا ہے اور جب اللہ نے اِنسان میں رکھا ہے اُتنا حصہ وہ لازمًا رہے گا اور اُس پر گرفت نہیں، لیکن

---

[1] مشکوۃ شریف کتاب الادب رقم الحدیث ۵۱۱۰

اِس کی حد بندی کرنی یہ نبی کے علاوہ کسی اور کے لیے ممکن نہیں لہٰذا صحابیوں کو تو منع کر دیا کہ تعریف سنو ہی مت اور رسول ﷺ معصوم ہیں تو اُنہیں اپنی تعریف پر اُتنی ہی خوشی ہوگی جتنی اللہ تعالیٰ نے اِنسان کی فطرت میں رکھ دی ہے بس، اُس سے اَگلا حصہ وہاں خود بخود ہی نہیں ہوگا تو یہ تکبر نہیں ہوا یہ خود پسندی نہیں ہوئی بلکہ یہ فطرت ہوئی کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [۱] اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا، عَلٰی صُوْرَتِہٖ یعنی اپنی صفات کے اُوپر پیدا کیا ہے حیات ہے، علم ہے، اِرادہ ہے، قدرت ہے، سمع ہے، بصر ہے، کلام ہے، سننا، گفتگو کرسکنا، دیکھ سکنا، اِرادہ، طاقت، حیات یہ چیزیں دیں تو اللہ تعالیٰ نے اور صفات جو ہیں وہ بھی اِنسان کو دی ہیں، اُن کا بھی عکس اِنسان کے اَندر آیا تو یہ فطرت میں اُس کے داخل ہوگئیں جیسے مٹی ہونا فطرت میں داخل، آگ فطرت میں داخل، غصہ فطرت میں داخل، یہ فطری چیزیں ہوگئیں اور فطری چیزیں ہوگئیں تو اِن میں اِمتیاز اور حد بندی جو ہے وہ نہیں ہوسکتی بعض چیزوں میں اور وہ ایسی ہیں کہ اللہ کو ناپسند ہیں تو اِنسان کو بالکل روک دیا جنابِ رسول اللہ ﷺ نے کہ اِن چیزوں میں بالکل نہ پڑو اور جو ایسے کرتا ہے وہ دوستی نہیں کر رہا وہ دُشمنی کر رہا ہے، جو تمہاری تعریف کرتا ہے وہ تمہارے ساتھ اچھائی نہیں کر رہا اور تم تعریف پر خوش ہو رہے ہو تو اچھائی نہیں کر رہے۔

لیکن ایسے ایسے اَکابر اَولیائے کرام گزرے ہیں کہ جن کے بارے میں کوئی تردّد یا دُوسرا لفظ ہے ہی نہیں، تعریف ہی تعریف کا لفظ ہے اور بلا شبہ وہ اَولیائے کبار میں ہیں لیکن اُن کی تعریف اُن کے متوسلین نے کی ہے، اَمیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے نظام الدین اَولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی، اور اِسی طرح سے جو ''مجذوب'' ہوتے ہیں وہ اپنی تعریف پر خوش ہوتے ہیں اور وہ مجذوب ہیں غیر مکلّف ہیں مکلّف ہی نہیں، اَولیائے کرام میں ہیں تو یہ کیا حصہ ہے ؟ جب وہ غیر مکلّف ہوگیا مجذوب ہے مغلوب الحال ہے اُس پر خدا کی طرف سے کوئی گرفت نہیں رہی لیکن وہ بھی خوش ہوتا ہے اپنی تعریف پر، تو یہ ہے فطرت جو اللہ نے اِنسان کے اَندر رکھ دی ہے وہ اُتنا خوش ہوتا ہے جتنا مواخذہ نہ ہو اللہ کے ہاں چونکہ کبھی

---

[۱] بخاری شریف کتاب الاستئذان رقم الحدیث ۶۲۲۷

تعریف کروگے تو وہ پتھر بھی مار دے گا تو اُس کی تعریف یا خوشی کوئی چیز نہیں لیکن ایسے اَولیائے کرام کہ جو ہوش میں رہتے تھے اُن کی تعریف کا کیا ہے ؟ وہ یہی کہنا پڑے گا چونکہ اللہ نے فطرت میں رکھی ہے اور اللہ نے اَنبیائے کرام کو تو ''معصوم'' رکھا ہے اَولیائے کرام کو ''محفوظ'' رکھا ہے، بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ وہ اُس حد تک نہ آگے جانے پائیں کہ جس میں گناہ میں ملوث ہونا پڑے۔

اپنی اچھی حالت پر خوشی ؟ ایک صحابی کا واقعہ :

ایک صحابی نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا ایک آدمی آگیا اُس نے مجھے دیکھا میں بڑا خوش ہوا تو یہ تو میرے دِل میں خوشی آگئی غیر کی وجہ سے غیر اللہ کی وجہ سے تو میری نماز ہوئی یا نہیں ہوئی اور کیسی ہوئی ؟ تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہوگئی کوئی بات نہیں، اگر کسی آدمی نے تمہیں اچھی حالت میں دیکھ لیا اور تمہیں یہ خیال آگیا کہ اِس نے مجھے اچھی حالت میں دیکھ لیا ہے تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔

''دِکھاوا'' بری چیز ہے :

اور دُوسری شکل یہ ہے کہ آپ نے دیکھا فلاں آدمی آرہا ہے تو نیت باندھ لی تاکہ مجھے دیکھ لے تو یہ نیت باندھنا یہ رِیا کاری میں داخل ہے یہ بالکل غلط ہوجائے گا اور ایک یہ کہ آپ نے جب شروع کیا تو وہ نیت تھی ہی نہیں بعد میں اُس نے دیکھ بھی لیا تو اَلگ بات ہے۔

یہاں ہمارے ہی علماء میں گزرے ہیں وہ بتلاتے تھے کہنے لگے مجھے ذہن میں یہ بڑا شک رہتا تھا کہ میں کہیں جاؤں مہمان ہوں اور وہاں تہجد پڑھوں تو لوگ دیکھیں گے تو کسی سے عرض کیا اُنہوں نے اُن کو ایک جواب دیا کہ وہاں جاکر شروع کرنا تہجد یہ تو غلط ہے لیکن اگر تم پہلے سے پڑھنے کے عادی ہو پھر کسی جگہ مہمان ہو جاؤ وہاں اُٹھ کر پڑھ لو تو یہ اُس کے لیے نہیں ہے، یہ پہلے سے چونکہ شروع کر چکے ہو وہ جاری رکھے رہو، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اُس میں تخفیف کرلو وہاں زیادہ نہ پڑھو کم کرلو تاکہ جو رِیا کاری کا حصہ ہے وہ ذرا سا کٹ جائے اُس میں سے، لمبی نہ پڑھو مختصر کردو رکعتیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز ایسی نہیں چھوڑی ہے، یہ دین کا اِعجاز ہے کہ جو فطرت سے تعلق رکھتی ہو وہ بھی بتائی، عقائد سے رکھتی ہو وہ بھی بتائی، اَعمال سے رکھتی ہو وہ بھی بتائی ہے، دین کو جامع بنادیا ہے جو قیامت تک چلتا رہے یہ دین کا اِعجاز ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے کا اور حق ہونے کا یہ ایک ثبوت ہے کہ ایسی چیزیں اِس میں آگئی ہیں کہ جو فطرت کو بھی شامل ہیں، عقائد کو بھی شامل ہیں، اَعمال کو بھی شامل ہیں، حکام کو بھی شامل ہیں، تمام چیزوں کو شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ اِختتامی دُعا..........

قسط : ۱۳

اِسلام کیا ہے ؟

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ ﴾

آٹھواں سبق : معاشرت کے اَحکام وآداب اور باہمی حقوق

کمزروں اور حاجت مندوں کے حقوق :

یہاں تک جن طبقوں کا بیان کیا گیا یہ سب وہ تھے جن سے آدمی کا کوئی خاص تعلق اور واسطہ ہوتا ہے، خواہ قرابت ہو یا پڑوس یا سنگ ساتھ لیکن اِسلام نے اِن کے علاوہ تمام کمزور طبقوں اور ہر طرح کے حاجت مندوں کا بھی حق مقرر کیا ہے اور جو لوگ کچھ مقدرت اور حیثیت رکھتے ہیں اُن پر لازم کیا ہے کہ وہ اُن کی خبر گیری اور خدمت کیا کریں اور اپنی دولت اور اپنی صلاحیتوں میں اُن کا بھی حق اور حصہ سمجھیں۔

قرآن شریف میں بیسیوں جگہ اِس کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی ہے کہ یتیموں، مسکینوں، مفلسوں، مسافروں اور دُوسرے حاجت مندوں کی خدمت اور مدد کی جائے، بھوکوں کے کھانے کا اور ننگوں کے کپڑوں کا اِنتظام کیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی اِس کی بڑی تاکید و ترغیب دی ہے اور اِس کی بڑی فضیلتیں بیان فرمائی ہیں، اِس سلسلہ کی چند حدیثیں یہ ہیں :

ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی دو اُنگلیاں برابر کر کے فرمایا :

''کسی یتیم بچے کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں مجھ سے اِتنا قریب ہوگا جس طرح یہ دونوں اُنگلیاں مِلی ہوئی ہیں۔''

ایک دُوسری حدیث میں ہے حضور ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''بیوہ عورتوں، غریبوں، محتاجوں کی خبر گیری اور مدد کے لیے دوڑ دُھوپ کرنے والا آدمی راہِ خدا میں جہاد کرنے والے کے درجے پر ہے اور ثواب میں اُس شخص کے

برابر ہے جو ہمیشہ دِن کو روزہ رکھتا ہو اور رات نفلوں میں گزارتا ہو۔''

ایک اور حدیث میں ہے حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ

''جو بھوکے ہوں اُن کے کھانے کا اِنتظام کرو، بیماروں کی خبر لو، قیدیوں کو چھڑاؤ۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ نے لوگوں کو چند ہدایتیں فرمائیں اور اُس ضمن میں فرمایا :

''مصیبت زدوں کی مدد کرو اور بھٹکے ہوؤں کو راستہ بتاؤ۔''

اِن حدیثوں میں آنحضرت ﷺ نے مسلم و غیر مسلم کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ بعض حدیثوں میں آپ نے جانوروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کی سخت تاکید فرمائی ہے اور بے زبان جانوروں پر ترس کھانے والے اور اُن کی خبر گیری کرنے والے لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سنائی ہے۔

فی الحقیقت اِسلام سارے عالَم اور ساری مخلوق کے لیے رحمت ہے اور ہمارے آقا اور ہادی حضرت محمد ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں لیکن ہم خود آپ کے اَحکام اور پیغام سے دُور ہو گئے۔ کاش ! ہم بھی سچے مسلمان بن کر ساری دُنیا کے لیے رحمت بن جائیں۔

مسلمان پر مسلمان کا حق :

قرابت اور پڑوس اور عام اِنسانی حقوق کے علاوہ ہر مسلمان پر دُوسرے مسلمان کے کچھ اِسلامی حقوق ہیں، اِس بارے میں رسول اللہ ﷺ کی چند حدیثیں یہ ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا :

''ہر مسلمان دُوسرے مسلمان کا بھائی ہے، اُس پر لازم ہے کہ نہ اُس پر خود کوئی ظلم وزیادتی کرے اور اگر (کوئی دُوسرا اُس پر ظلم کرے، تو یہ) اُس کو اَکیلا چھوڑ کر الگ نہ ہو جائے (بلکہ ممکن ہو تو اُس کی مدد کرے اور اُس کا ساتھ دے) تم میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرنے میں لگا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت میں لگا رہے گا، اور جو مسلمان کسی دُوسرے مسلمان بھائی کی تکلیف کو دُور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے میں قیامت کی کسی تکلیف سے اُس کو نجات دے گا، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دِن

اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا)۔''

ایک اور حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

''تم باہم بغض و عداوت نہ رکھو، حسد نہ رکھو، غیبتیں نہ کرو، اور ایک اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو، اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دِن سے زیادہ ترکِ سلام و کلام کرے۔''

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا :

''مسلمان کا مال، اُس کی جان اور اُس کی آبرو مسلمان پر بالکل حرام ہے۔''

اَب ہم آدابِ معاشرت اور حقوقِ باہمی کے اِس سلسلہ کو رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں جو ہر مسلمان کو لرزا دینے والی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایک دِن صحابہؓ سے پوچھا :

''بتاؤ مفلس اور نادار کون ہے ؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ! مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار نہ ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں ! ہم میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دِن نماز اور روزہ اور صدقہ کا ذخیرہ لے کر آئے گا لیکن دُنیا میں اُس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان رکھا ہوگا، کسی کو مارا پیٹا ہوگا، کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا۔ جب وہ حساب کے مقام پر کھڑا کیا جائے گا تو اُس کے مدعی لوگ آئیں گے اور بقدر اُن کے حقوق کے اُس کی نیکیوں میں سے اِن کو دِلوایا جائے گا یہاں تک کہ اُس کی سب نیکیاں ختم ہو جائیں گی، تو پھر اِن کے گناہ اُس پر لاد دِیے جائیں گے اور اُس کو جہنم میں ڈلوا دیا جائے گا۔''

بھائیو ! اِس حدیث پر غور کرو اور سوچو کہ دُوسروں کی حق تلفی اور اُن کو بُرا بھلا کہنا اور اُن کی غیبتیں کرنا اپنے آپ کو کس قدر ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ خدا کے بندو ! اگر کسی کی کوئی حق تلفی تم نے کی ہو تو دُنیا ہی میں اُس کا حساب کر لو یا اُس کا بدلہ دے دو یا معاف کرالو اور آئندہ کے لیے اِحتیاط کا عہد کر لو ورنہ آخرت میں اُس کا اَنجام بہت برا ہونے والا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا

قسط : ۱۳

قصص القرآن للاطفال

پیارے بچوں کے لیے قرآن کے پیارے قصّے

﴿ الشیخ مصطفٰی وہبہ، مترجم مفتی سیّد عبدالعظیم صاحب ترمذی ﴾

﴿ حضرت موسٰی علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا واقعہ ﴾

حضرت موسٰی علیہ السلام بنی اِسرائیل کو دورانِ خطبہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری، اُس پر اِیمان، تقویٰ اور شریعتِ خداوندی پر عامل رہنے کی ترغیب دے رہے تھے، بنی اِسرائیل خاموشی اور دلچسپی سے یہ تقریر سن رہے تھے، جب آپ نے اپنا خطبہ ختم فرمایا تو بنی اِسرائیل میں سے ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا : موسٰی لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے ؟ آپ نے فوراً جواب دیا : میں۔ آپ کے جواب کو اللہ رب العزت نے سنا اور اِس جواب پر عتاب فرمایا : اے موسٰی آپ کو وہ سب کچھ کس نے سکھایا جو اَب تک آپ نہیں جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سمجھایا کہ مناسب یہ تھا کہ آپ اُس سائل کو جواب دیتے کہ ہر علم و فضل کا مرجع اور منبع اللہ کی ذات ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسٰی علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میرا فلاں بندہ دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ رہتا ہے وہ آپ سے زیادہ جانتا ہے۔

﴿ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۶۵)

''اُس کو دی تھی ہم نے رحمت اپنے پاس سے اور سکھایا تھا اپنے پاس سے علم۔''

آپ اُس سے ملاقات کریں اور اُس کے وسیع علم کا مشاہدہ کریں جو میں نے اُسے عطا فرمایا ہے، حضرت موسٰی علیہ السلام اپنے فعل پر نادِم ہو کر اللہ کے حکم کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات کے لیے چل پڑے، آپ کے ساتھ آپ کے ایک نوجوان خادم بھی تھے، حضرت موسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ کوئی علامت بتلا دیں جس کے ذریعے مجھے اُن کا علم ہو جائے۔ اللہ نے اُن کی طرف وحی بھیجی آپ اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لیں جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے وہاں وہ شخص آپ کو ملیں

گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے چل پڑے تاکہ مجمع البحرین (دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ) پہنچ جائیں اور اللہ کے حکم کے مطابق اُن سے ملاقات کریں، جب آپ مجمع البحرین پہنچے تو آپ پر غنودگی طاری ہوگئی اور آپ سو گئے، اِسی دوران بارش ہوگئی اور جس ٹوکری میں مچھلی رکھی ہوئی تھی اُس پر بھی بارش کا پانی پڑا جس سے مچھلی زندہ ہوگئی اور ٹوکری سے نکل کر سمندر میں تیرنے لگی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو اپنے خادم کو لے کر چل پڑے کچھ دیر بعد آپ کو تھکاوٹ اور بھوک محسوس ہوئی تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا :

﴿اٰتِنَا غَدَآءَ نَا﴾ (سُورۃ الکھف : ۶۲)

''لا ! ہمارے پاس ہمارا کھانا۔''

تب خادم کو یاد آیا کہ مچھلی تو ٹوکری سے نکل کر دریا میں کود گئی تھی لیکن شیطان نے یہ بات اُن کے ذہن سے اِس طرح نکالی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا ہی نہ سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سمجھ گئے کہ عنقریب منزلِ مقصود تک پہنچنے والے ہیں جہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا یہی وہ مقام ہے جس کی ہمیں تلاش تھی، آؤ میرے ساتھ وہاں چلو جہاں مچھلی گم ہوئی تھی، جب آپ وہاں پہنچے تو آپ نے ایک دُبلے پتلے گہری آنکھوں والے شخص کو دیکھا جن کے چہرے سے تقویٰ جھلک رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُنہیں کہا اَلسلام علیکم یا عبداللہ (اے اللہ کے بندے تجھ پر سلامتی ہو) حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: وعلیک السلام یا موسیٰ یا نبی بنی اِسرائیل (وعلیکم السلام اے موسیٰ اے بنی اِسرائیل کے نبی) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تعجب ہوا، آپ نے پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں موسیٰ ہوں، حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا آپ کے متعلق مجھے اُس ہستی نے بتایا جس نے میرے بارے میں آپ کو خبر دی پھر اُنہوں نے آپ کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے فرمایا : اے موسیٰ آپ کیا چاہتے ہیں ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو جو علم حاصل ہے آپ مجھے سکھائیں، مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ میں آپ کی اِتباع کروں اور آپ سے علم سیکھوں۔

اُسی لمحے ایک پرندے نے غوطہ لگایا اور اپنی چونچ پانی میں ڈبوئی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ چھوٹا سا پرندہ کیا کہہ رہا تھا ؟ حضرت موسٰی علیہ السلام نے پوچھا کیا کہہ رہا تھا ؟ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا وہ کہہ رہا تھا : اے خضر ! آپ کا علم اور موسٰی کا علم اللہ کے علم کے سامنے ایسا ہے جیسا کہ اِس سمندر کے سامنے میری چونچ میں موجود پانی۔ حضرت موسٰی علیہ السلام نے خواہش ظاہر فرمائی کہ وہ اُن کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور اُن سے علم سیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ نے بڑے اَدب اور عاجزی سے فرمایا :

﴿ هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴾(سُورۃ الکھف : ۶۶)

''کہے تو تیرے ساتھ رہوں اِس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے کچھ، جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے اُن سے کہا : اے موسٰی ! علم و معرفت سیکھنے کے لیے میری صحبت آپ کی قدرت سے زیادہ صبر کا مطالبہ کرتی ہے جو آپ نہیں کر سکتے، آپ کیونکر ایسے اُمور پر صبر کر سکیں گے جن کے لیے وسیع معلومات اور طویل تجربہ چاہیے اور آپ کسی غلطی کو دیکھ کر کیسے صبر کریں گے جب تک کہ میں آپ کو اُس کی حکمت اور اَصل بات نہ بتلا دُوں۔

حضرت موسٰی علیہ السلام نے فرمایا :

﴿ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴾(سُورۃ الکھف : ۶۹)

''تو پائے گا، اگر اللہ نے چاہا مجھ کو صبر کرنے والا اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا :

﴿ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْئَلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴾(سُورۃ الکھف : ۷۰)

''پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز، جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اُس کا ذکر۔''

اِس طرح حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی مصاحبت کے لیے اور تعلیم کے لیے شرط لگائی کہ وہ زیادہ سوالات اور پوچھ گچھ نہیں کریں گے، ہاں جب وہ چاہیں گے تو اَز خود اُس کی وضاحت کردیں گے۔

آپ دونوں حضرات سمندر کے کنارے پر کھڑے تھے، آپ کے قریب سے ایک کشتی گزری حضرت خضر علیہ السلام نے اُسے اِشارہ کیا وہ رُک گئی اور آپ اُس میں سوار ہوگئے کشتی نے سمندر میں تیرنا شروع کیا، حضرت خضر علیہ السلام نے اُس کا ایک تختہ اُکھاڑ دیا جس سے پانی کشتی میں داخل ہونا شروع ہوگیا اور کشتی ڈوبنے لگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود پر قابو نہ رکھ سکے اور دہشت زدہ ہوکر پوچھنے لگے :

﴿ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا اِمْرًا ﴾(سُورۃ الکھف : ۷۱)

''کیا تو نے اِس کو پھاڑ ڈالا کہ ڈبوئے اِس کے لوگوں کو، اَلبتہ تو نے کی ایک چیز بھاری۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا : اے موسیٰ ! میں نے پہلے ہی آپ کو متنبہ کیا تھا، میں نہ کہتا تھا کہ آپ جو کچھ دیکھیں گے اُس پر ہرگز صبر نہیں کرسکیں گے اور آپ نے عہد بھی کیا تھا کہ آپ مجھ سے سوال نہیں کریں گے جب تک کہ میں اَز خود اُس کی حکمت نہ بتلا دُوں تو آپ کے عہد کا کیا ہوا ؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴾(سُورۃ الکھف : ۷۳)

''مجھ کو نہ پکڑ میری بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل۔''

پھر حضرت خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے خادم کشتی سے اُتر گئے اور دریا کے قریب بستی کی طرف چل پڑے، وہاں حضرت خضر علیہ السلام نے چھوٹے بچے کھیلتے اور اَٹھکیلیاں کرتے دیکھے، آپ اُن میں سے ایک کے قریب پہنچے اور اُسے اپنی طرف کھینچ لیا پھر اپنا ہاتھ اُس کی

گردن پر جمایا اور اُس کا گلا گھونٹ دیا جس سے وہ بچہ مر گیا۔ حضرت موسٰی علیہ السلام پھر اپنے وعدے پر خاموش نہ رہ سکے اور فرمانے لگے :

﴿ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ ط لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۷۴)

''کیا تو نے مار ڈالی ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے ؟ بے شک تو نے ایک نامعقول کام کیا۔''

حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسٰی علیہ السلام کو سوالیہ نظر سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا : میں اَب آپ کو کیا کہہ سکتا ہوں میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر سے نہیں رہ سکتے، حضرت موسٰی علیہ السلام تھوڑی دیر خاموش رہے پھر معذرت کرتے ہوئے فرمایا میں اَب کبھی آپ سے سوال نہیں کروں گا اور اگر میں ایسا کروں تو آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھیے گا۔

﴿ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۷۶)

''تو اُتار چکا میری طرف سے اِلزام۔''

بستی میں پہنچ کر حضرت خضر علیہ السلام نے بستی والوں سے کھانا طلب کیا کیونکہ اُن پر بھوک کا غلبہ تھا لیکن بستی والے گھٹیا اور کنجوس لوگ تھے اُنہوں نے کھانے کو کچھ نہ دیا، دریں جب وہ بستی والوں سے کھانا طلب کرنے کے لیے بحث کر رہے تھے تو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک دیوار دیکھی جو گرنے کے قریب تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اُسے سیدھا کر دیا، حضرت موسٰی علیہ السلام نے آپ سے فرمایا :

﴿ لَوْشِئْتَ لَا تَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۷۷)

''اگر تو چاہتا تو لے لیتا اِس پر مزدُوری۔''

اِس پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا :

﴿ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۷۸)

''اَب جدائی ہے میرے اور تیرے درمیان، اَب بتائے دیتا ہوں تجھ کو حقیقت اِن باتوں کی جن پر تو صبر نہ کر سکا۔''

وہ کشتی جس کا میں نے تختہ اُکھاڑ دیا تھا غریب لوگوں کی تھی جو سمندر میں کام کرتے تھے جس سے اُنہیں تھوڑا بہت رزق حاصل ہو جاتا تھا لیکن اُن پر ایک غاصب حکمران حکومت کرتا تھا اور جو رِزق اُنہیں حاصل ہوتا تھا اُسے چھین لیتا تھا اور اُس پر قبضہ کر کے اُنہیں بھوکا چھوڑ دیتا تھا، تو میں نے چاہا کہ کشتی کو عیب دار کر دُوں، جب بادشاہ اُسے عیب دار دیکھے گا تو اُسے چھوڑ دے گا۔ یہ ایسا کام تھا جو بظاہر غلط تھا لیکن دَرحقیقت رحمت تھی اور میں نے یہ کام غلط نیت سے نہیں کیا بلکہ یہ اُن مساکین کے لیے اور اُن بے چاروں کی زندگی اور بقا کے لیے کیا تھا۔

اور جو لڑکا کھیل رہا تھا وہ گستاخ اور کینہ پرور تھا جبکہ اُس کے والدین نیک لوگ تھے، ہمیں خطرہ تھا کہ وہ اپنے والدین کی زندگی اپنی سرکشی، بدسلوکی اور کفر کی وجہ سے اَجیرن بنا دے گا چنانچہ میں نے اللہ کے حکم پر اُسے قتل کر دیا تاکہ اُس کے نیک والدین اُس کی فتنہ پردازیوں سے محفوظ رہ سکیں اور اللہ سے اُمید رکھیں کہ وہ اُنہیں اِس سے بہتر اور دیندار اَولاد عطا فرمائے گا۔

اور رہا دیوار کا معاملہ تو اللہ کی طرف سے مجھے معلوم ہوا کہ اِس کے نیچے دو چھوٹے یتیم بچوں کا خزانہ ہے، اُن بچوں کا باپ ایک نیک آدمی تھا، میں نے چاہا کہ دیوار کو درست کر دُوں تاکہ جب وہ بڑے ہو جائیں تو اپنے لیے اپنا خزانہ نکال سکیں اور اُس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

میں نے جو کچھ بھی کیا (کشتی کو توڑا، بچے کو قتل کیا اور دیوار کو درست کیا) اپنے علم اور رائے کے مطابق نہیں کیا بلکہ اللہ کی وحی اور اُس کے حکم کے مطابق کیا۔

﴿ ذٰلِكَ تَأْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴾ (سُورۃ الکھف : ۸۲)

''یہ ہے حقیقت اِن چیزوں کی جن پر تو صبر نہ کرسکا۔''

اِس طرح حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی حضرت موسٰی علیہ السلام پر ثابت کیا کہ یہ بات آپ کو زیبا نہیں تھی کہ سائل نے جب آپ سے پوچھا کہ لوگوں میں سے بڑا عالم کون ہے تو آپ نے فرمایا: ''میں'' یہ بات صحیح نہیں کیونکہ ہر علم والے کے اُوپر اُس سے زیادہ وہ علم والا ہوتا ہے یعنی ''اللہ'' اور وہ سب سے زیادہ باخبر سب سے زیادہ جاننے والا، بزرگی والا اور بلند و برتر ہے۔ (جاری ہے)

قسط : ۱۰

اِسلامی معاشرت

﴿ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، اِنڈیا ﴾

شوہر کے ساتھ بیوی کا کیا معاملہ ہو ؟

عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں کی نگرانی میں دے دیا ہے اِس لیے کہ وہ خود اپنی فطری کمزوریوں کی بنا پر دُنیوی اِنتظامات بہتر طور پر بہ آسانی اَنجام نہیں دے سکتیں اور چونکہ مرد اِن کا حاکم اورنگران ہے لہٰذا اُن پر اپنے حاکم کی اِطاعت ضروری قرار دی گئی ہے جو خوشگوار اَزدواجی زندگی کی بنیاد ہے۔ عورت کے لیے اِس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اِطاعت گزار ہو اِس سلسلہ میں بعض اَحادیث ملاحظہ فرمائیں :

(۱) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں کہ

''جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اِطاعت کرے اُس سے (قیامت میں) کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔'' (مجمع الزوائد ۴/۳۰۶)

(۲) آپ ﷺ نے ایک طویل حدیث کے دوران اِرشاد فرمایا کہ

''اگر میں (اللہ کے علاوہ) کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی سے کہتا کہ وہ شوہر کے عظیم حق ہونے کی بنا پر اُسے سجدہ کرے اور کوئی عورت اُس وقت تک اِیمان کی مٹھاس نہیں پاسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق نہ اَدا کرے حتی کہ اگر شوہر اُس سے سواری پر جماع کا طالب ہو تو اُسے چاہیے کہ اُس کا حق اَدا کرے۔ (مجمع الزوائد ۴/۳۰۹)

(۳) اَسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ مسجد کی طرف سے عورتوں کے مجمع میں تشریف لائے اور عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

''اے عورتوں کی جماعت ! تم ہی زیادہ تر جہنم کی اِیندھن بنوگی'' اَسماء کہتی ہیں کہ اِس پر میں نے آنحضرت ﷺ سے سوال کیا کہ ایسا کیوں ہے ؟ تو آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ''اِس لیے کہ تمہیں جب کچھ دیا جاتا ہے تو تم اُس پر شکر نہیں کرتیں، جب تم پر کوئی مصیبت پڑتی ہے تو تم صبر نہیں کرتیں اور جب تم پر گرفت کی جاتی ہے تو شکوہ اور گلہ کرتی ہو اور دیکھو اپنے ''منعمین'' (نعمت بخشنے والے شوہروں) کی نافرمانی سے بچتی رہنا۔'' اَسماء کہتی ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ ''منعمین کی نافرمانی کا کیا مطلب ہے ؟ '' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''عورت اپنے شوہر کے پاس رہتی ہے حتی کہ دو تین بچوں کی ماں بھی بن جاتی ہے مگر (جب غصہ آتا ہے تو) کہتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔'' (مجمع الزوائد ۴/۳۱۱)

(۴) آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا :

''عورت کے لیے شوہر کی موجودگی میں اُس کی اِجازت کے بغیر (نفلی) روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور وہ اپنے گھر میں ایسے شخص کو نہ آنے دے جس کو شوہر نا پسند کرے، الخ۔ (الاحسان بترتیب صحیح اِبن حبان ۶/۱۸۶)

(۵) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ

''عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ''اُس کے شوہر کا'' پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ مردوں پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ ''اُس کی ماں کا۔'' (اَلترغیب والترہیب ۳۷۴)

(۶) حدیث میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ایسی عورتوں کی طرف نظرِ رحمت نہ فرمائے گا جو اپنے شوہر کی شکر گزار نہ ہو اور وہ اِس سے مستغنی نہیں ہو سکتی۔'' (اَلترغیب والترہیب ۳۷۶)

(۷) آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ '' دوشخصوں کی نمازیں اُن کے سر سے اُوپر نہیں اُٹھتیں (قبول نہیں ہوتیں)، ایک وہ غلام جو اپنے مالکوں سے بھاگ جائے تا آنکہ وہ لوٹ نہ آئے، دُوسرے وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمان ہوتا آنکہ وہ اپنی عادت سے باز نہ آجائے۔'' (الترغیب والترہیب ۳۷۷)

(۸) ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا '' سب سے اچھی عورت وہ ہے کہ جب تو اُسے دیکھے تو تجھے خوش کر دے، جب تو اُسے کوئی حکم دے تو وہ تیری اِطاعت کرے اور جب تو اُس سے غائب ہو تو تیرے مال اور اپنی ذات کی حفاظت کرے۔'' (اَحکام القرآن ۱/۳۷۵)

(۹) آنحضرت ﷺ نے اِرشاد فرمایا '' اگر شوہر بیوی کو اپنے بستر کی طرف (جماع کے اِرادہ سے) بلائے پھر وہ عورت (بلا عذر) اِنکار کرے اور شوہر غصہ کی حالت میں رات گزارے تو ایسی عورت پر صبح تک فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں۔'' (مظاہر حق ۳/۱۶۸)

اَلغرض اِس سلسلہ میں اِسلام نے عورت کو نہایت واضح ہدایتیں دی ہیں اور اُسے پوری طرح اپنے شوہر کی اِطاعت گزاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں نیک عورتوں کی تعریف اِس طرح کی ہے :

﴿ فَالصّٰلِحَاتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ﴾ (سُورۃ النساء : ۳۴)

'' سو جو عورتیں نیک ہیں اِطاعت کرتی ہیں مرد کی غیر موجودگی میں بحفاظتِ اِلٰہی نگہداشت کرتی ہیں۔''

اِس لیے اگر عورتیں اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھائیں تو اِنشاء اللہ اَزدواجی زندگی خوب سے خوب تر گزرے گی اور کبھی بھی ناچاقی بڑھنے کی نوبت نہ آئے گی۔ (جاری ہے)

مکتوب حضرت شیخ الحدیثؒ بنام مفتی اعظم محمد شفیع صاحبؒ

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اِسماعیل صاحب زید مجدہم ﴾

تمہید اَز حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ :

کراچی میں اَوّلاً مفتی محمد شفیع صاحب کے مدرسے میں اُن کی عیادت کے لیے جانا ہوا، مفتی صاحب ضعف کی وجہ سے چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے، زکریا کو دیکھتے ہی بہت اِظہارِ مسرت کیا، ایک گھنٹہ زکریا اُن کی چار پائی پر لیٹا رہا، اَحباب ناشتہ وغیرہ کرتے رہے، دو چار پائیاں برابر تھیں اور میں اور مفتی صاحب اِس طرح لیٹے تھے کہ ایک چار پائی پر یہ ناکارہ اور دُوسری پر مفتی صاحب، سر دونوں کے آمنے سامنے اور پاؤں اَلگ اَلگ، مفتی صاحب نے اپنے مدرسہ کی بہت ہی شکایات کیں، طلبہ کی طرف سے، حکومت کی طرف سے اور یہ کہ بعض طلباء پڑھنا تو اُن کا مقصود نہیں ہوتا، غیروں کے تنخواہ دار محض فساد ڈالنے کے لیے ہمارے مدرسہ میں طالبِ علم بن کر داخل ہوتے ہیں، مفتی صاحب نے اُن کی بہت سی جزئیات بتائیں، زکریا نے بڑے اہتمام سے ساری گفتگو سنی اور کہا کہ یہ اِشکالات آپ ہی کے یہاں نہیں، ہم سب مدارس والوں کو پیش آتے ہیں، صورت میں کچھ تھوڑا سا فرق ہو جاتا ہے۔

ہمارے یہاں کے اسٹرائیک ۱۳۸۲ھ میں اِس کے بڑے تجربات ہوئے کہ مدارس بلکہ اِسلام کے مخالف لوگوں نے بعض لوگوں کو تنخواہیں دے دے کر ہمارے اسٹرائیک میں شریک کیا، میرے نزدیک تو اِن سب کا واحد علاج ''ذکر اللہ کی کثرت'' ہے کہ جب کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا نہ ہوگا تو قیامت قائم ہو جائے گی، جب اللہ تعالیٰ شانہٗ کا پاک نام ساری دُنیا کو تھامے ہوئے ہے تو مدارس کی کیا حقیقت۔

پھر مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد میں نے اِس مضمون کو یاد دہانی کے طور پر مفتی صاحب اور مولانا بنوری صاحب نور اللہ مرقدہما کو اَلگ اَلگ لکھے جو خصوصی مضامین کے علاوہ مشترک مضمون دونوں میں یہ تھا :

''مدارس کے روز اَفزوں فتن دین سے بے رغبتی بے توجہی اور لغویات میں اِشغال کے متعلق کئی سال سے میرے ذہن میں یہ ہے کہ مدارس میں ذکر اللہ کی بہت کمی ہوتی جارہی ہے بلکہ معدوم بلکہ اِس لائن سے تو بعض میں تنفر کی صورت دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک بہت خطرناک ہے۔ ہندوستان کے مشہور مدارس دارُالعلوم، مظاہرِ علوم، شاہی مسجد مراد آباد وغیرہ کی اِبتداء جن اَکابر نے کی تھی وہ سلوک میں بھی اِمام الائمہ تھے، اُن ہی کی برکات سے یہ مدارس ساری مخالف ہواؤں کے باوجود اَب تک چل رہے ہیں۔

میں اِس مضمون کو کئی سال سے اہلِ مدارس، منتظمین اور اَکابرین کی خدمت میں تحریرًا وتقریرًا کہتا اور لکھتا رہا ہوں میرا خیال یہ ہے کہ آپ جیسے حضرات اِس کی طرف توجہ فرمائیں تو مفید اور مؤثر زیادہ ہوگا، مظاہرِ علوم میں تو میں کسی درجہ میں اپنے اِرادہ میں کامیاب ہوں اور دارُالعلوم کے متعلق جناب اَلحاج حضرت قاری محمد طیب صاحب سے بارہا تقریرًا اور تحریرًا عرض کرچکا ہوں اور بھی اپنے سے تعلق رکھنے والے اہلِ مدارس کو متوجہ کرتا رہتا ہوں، مدارس کی روز اَفزوں فتنوں سے بہت ہی طبیعت کو کلفت پہنچتی رہتی ہے، میرا خیال یہ ہے کہ فتنوں سے بچاؤ کی صورت صرف ''ذکر اللہ کی کثرت'' ہے، جب اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی نہ رہے گا تو دُنیا ختم ہوجائے گی، جب اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو اِتنی قوت ہے کہ ساری دُنیا کا وجود اُسی سے قائم ہے تو مدارس بچارے ساری دُنیا کے مقابلہ میں دریا کے مقابلہ قطرہ بھی نہیں، اللہ تعالیٰ کے پاک نام کو اُن کی بقاء اور تحفظ میں جتنا دخل ہوگا وہ ظاہر ہے، اَکابر کے زمانہ میں ہمارے اِن جملہ مدارس میں اَصحابِ نسبت وذاکرین کی کثرت جتنی رہتی تھی وہ آپ سے بھی مخفی نہیں اور اَب اِس میں جتنی کمی ہوگئی ہے وہ بھی ظاہر ہے۔

بلکہ اگر یوں کہوں کہ اِس پاک نام کے مخالف حیلوں بہانوں سے مدارس میں داخل ہوتے جارہے ہیں تو میرے تجربہ میں غلط نہیں، اِس لیے میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں کچھ ذاکرین کی تعداد ضرور ہوا کرے، طلبہ کے ذکر کرنے کے تو ہمارے اَکابر بھی خلاف رہے ہیں اور میں بھی موافق نہیں لیکن منتہی طلباء یا فارغ التحصیل یا اپنے سے یا اَکابر سے تعلق رکھنے والے ذاکرین کی کچھ تعداد مدارس میں علی التبادل ضرور رہا کرے اور مدرسہ اُن کے قیام کا کوئی اِنتظام کردیا کرے، مدرسہ پر طعام کا بار ڈالنا تو مجھے بھی گوارا نہیں کہ طعام کا اِنتظام تو مدرسہ کے اَکابر میں سے کوئی شخص ایک یا دو اپنے ذمہ لے لے یا باہر سے مخلص دوستوں میں سے کسی کو متوجہ کر کے ایک ایک ذاکر کا کھانا اُس کے حوالہ کردے جیسا کہ اِبتداء میں مدارس کے طلبہ کا اِنتظام اِسی طرح ہوتا تھا، اَلبتہ اہلِ مدارس اُن کے قیام کی کوئی صورت اپنے ذمہ لے لیں جو مدرسہ میں ہو، اور ذکر کی کوئی ایسی مناسب جگہ تشکیل کریں کہ دُوسرے طلبہ کا کوئی حرج نہ ہو، نہ سونے والوں کا، نہ مطالعہ کرنے والوں کا، جب تک اِس ناکارہ کا قیام سہارنپور میں رہا تو ایسے لوگ بکثرت رہتے تھے جو میرے مہمان ہوکر اُن کے کھانے پینے کا اِنتظام تو میرے ذمہ تھا لیکن قیام اہلِ مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کے مہمان خانہ میں ہوتا تھا اور وہ بدلتے رہتے تھے، صبح کی نماز کے بعد میرے مکان میں اُن کے ذکر کا سلسلہ ایک گھنٹہ تک ضرور رہتا تھا اور میری غیر حاضری میں سنتا ہوں کہ عزیز طلحہ کی کوشش سے ذاکرین کی وہ مقدار اگرچہ نہ ہو مگر ۲۰، ۲۵ کی مقدار روزانہ ضرور ہوجاتی۔ میرے سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں تو سو، سوا سو تک پہنچ جاتی تھی اور غیبت کے زمانہ میں بھی سنتا ہوں چالیس پچاس کی تعداد عصر کے بعد جمعہ کے دِن ہوجاتی ہے، اُن میں باہر کے جو مہمان ہوتے ہیں جو دس بارہ تک اَکثر ہوجاتے ہیں، عزیزی مولوی نصیر الدین سلمہ اللہ تعالیٰ اُس کو

بہت جزائے خیر دے، اُن کے کھانے کا اِنتظام میرے کتب خانہ سے کرتے رہتے ہیں، اِسی طرح میری تمنا ہے کہ ہر مدرسہ میں دو چار ذاکرین مسلسل ضرور رہیں کہ داخلی اور خارجی فتنوں سے بہت اَمن کی اُمید ہے، ورنہ مدارس میں جو داخلی اور خارجی فتنے بڑھتے جارہے ہیں اَکابر کے زمانہ سے جتنا بُعد ہوتا جائے گا اُس میں اِضافہ ہی ہوگا۔

اِس ناکارہ کو نہ تحریر کی عادت نہ تقریر کی، آپ جیسا یا مولانا بنوری صاحب جیسا کوئی شخص میرے مافی الضمیر کو زیادہ وضاحت سے لکھتا تو شاید اہلِ مدارس کے اُوپر اِس مضمون کی اہمیت زیادہ پیدا ہو جاتی، اِس ناکارہ کے رسالہ فضائلِ ذکر میں حافظ اِبن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب " الوابل الصیب" سے ذکر کے سو (۱۰۰) کے قریب فوائد نقل کیے گئے ہیں جن میں شیطان سے حفاظت کی بہت سی وجوہ ذکر کی گئی ہیں، شیاطینی اَثر ہی سارے فتنہ و فساد کی جڑ ہے، فضائلِ ذکر سے یہ مضمون بھی اگر آنجناب سن لیں تو میرے مضمونِ بالا کی تقویت ہوگی، اِس کے بعد میرا مضمون تو اِس قابل نہیں جو اہلِ مدارس پر کچھ اَثر اَنداز ہو سکے، آپ میری درخواست کو زوردار الفاظ میں نقل کرا کر اپنی یا میری طرف سے بھیج دیں تو شاید کسی پر اَثر ہو جائے۔

دارُالعلوم، مظاہرِ علوم، شاہی مسجد کے اِبتدائی حالات آپ کو مجھ سے زیادہ معلوم ہیں کہ کن صاحبِ نسبت اَصحابِ ذکر کے ہاتھوں اِن کی اِبتداء ہوئی ہے، اُن ہی کی برکات سے یہ مدارس اَب تک چل رہے ہیں، یہ ناکارہ دُعاؤں کا محتاج ہے، بالخصوص حسنِ خاتمہ کا کہ گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث (بقلم حبیب اللہ) ۳۰ رنومبر ۱۹۷۵ء مکہ مکرمہ

(ماخوذ اَز : تربیت السالکین)

ماہِ ربیع الاوّل اور مسلمانوں کا طرزِ عمل

﴿ حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمة اللہ علیہ ﴾

اَب سے تقریبًا چودہ سو برس پہلے جبکہ کائناتِ اِنسانی بحرِ ظلمات میں غرق تھی اور رُوحانیت شیطنت سے مغلوب ہو رہی تھی، خلاّقِ عالم نے اپنے آخری نبی اور محبوب ترین رسول حضرت محمد ﷺ فداہ رُوحی وقلبی کو اِس دُنیا میں بھیجا تاکہ آپ نورِ ہدایت سے ظلماتِ ضلالت کو شکست دیں اور حق کو باطل پر غالب کردیں۔ ہمارے ماں باپ آپ پر نثار ہوں آپ ﷺ تشریف لائے اور آتے ہی باذن اللہ دُنیا کا رُخ پلٹ دیا، بندوں کا ٹوٹا ہوا رِشتہ خدا سے جوڑا اور جو کم نصیب قعرِ مذلت میں گر چکے تھے اُن کو وہاں سے اُٹھا کر اَوجِ رِفعت پر پہنچایا۔ مشرکوں کو مواحد بنایا اور کافروں کو مومن، بت پرستوں کو خدا پرست کیا اور بت سازوں کو بت شکن، رہزنوں کو رہنمائی سکھائی اور غلاموں کو آقائی، چور چوکیدار بن گئے اور ظالم غم خوار بن گئے اور جو دُنیا بھر کے آوارہ تھے وہی سب سے زیادہ متمدن ہو گئے اور جن کا قومی شیرازہ بالکل منتشر ہو چکا تھا وہ کامل طور پر منظّم کردیے گئے، رُوحانیت کے فرشتے شیطنت پر غالب آگئے، کفر وشرک، بدعت وضلالت اور ہر قسم کی گمراہیوں کو زبردست شکست ہوئی، شقاوت وبدبختی کا موسم بدل گیا، ظلم وعدوان اور فساد وطغیان کا زور ختم ہو گیا، صداقت اور خیر وسعادت نے عالمگیر فتح پائی اور زمین پر اَمن وعدالت کی ایک بادشاہت قائم ہوگئی۔

جس وقت عالمِ اِنسانی کے اِس منجیٔ اعظم ﷺ نے اِس عالمِ آب وگل میں اپنا پہلا قدم رکھا تھا وہ ربیع الاوّل ہی کا مہینہ تھا اور پھر جب آپ ﷺ کا سن شریف چالیس برس کا ہوا تو اُسی مہینہ میں اِصلاحِ عالَم کا کام آپ کے سپرد ہوا، پس اِس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ ربیع الاوّل ہی اِس رحمتِ عامہ کے ظہور کا مبداء اور رُوحانی خیرات وبرکات کے وفور کا منبع ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب یہ ماہِ مبارک آتا ہے تو مسلمانوں کے قلوب میں (حتی کہ اُن دلوں میں بھی جو دُوسرے موسموں میں بالکل

غافل رہتے ہیں) اِس وجودِ مقدس کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور طرح طرح سے خوشیوں اور مسرتوں کا اِظہار کیا جاتا ہے، نعمائے اِلٰہی کی یاد سے خوش ہونا بُری چیز نہیں بلکہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ ہوتو ایک درجہ میں محمود ہے لیکن آج مجھے عرض کرنا یہ ہے کہ

آپ جشن کی اِن گھڑیوں اور شادمانی کی اِن ساعتوں میں اِس قابلِ ماتم حقیقت کو کیوں بھول جاتے ہیں کہ اِس مقدس و مسعود وَجود نے اِس مبارک مہینے میں نزولِ اَجلال فرما کر آپ کو جو کچھ دیا تھا آج آپ اپنی شامتِ اَعمال سے سب کچھ کھو چکے ہیں، ربیع الاوّل اگر آپ کے لیے خوشیوں کا موسم اور مسرتوں کا پیغام ہے تو صرف اِس لیے کہ اِس مہینے میں دُنیا کی خزانِ ضلالت کو بہارِ ہدایت نے آخری شکست دی تھی اور اِسی مہینہ میں وہ ہادیٔ اعظم ﷺ رونق اَفروز عالَم ہوئے تھے جنھوں نے تم پر رُوحانیت کے دروازے کھول دیے اور ساری نعمتیں تم کو دِلوادیں جن سے تم محروم تھے پھر اگر آج تم اُن کی لائی ہوئی شریعت سے دُور اور اُن کی دلائی ہوئی نعمتوں سے محروم و مجہور ہوتے جارہے ہو تو کیا وجہ ہے کہ گزشتہ بہار کی خوشی تو مناتے ہو لیکن خزاں کی موجودہ پامالیوں پر نہیں روتے۔

تم ربیع الاوّل میں آنے والے کے عشق و محبت کا دعوٰی رکھتے ہو اور اُس کی یاد کے لیے مجلسیں منعقد کرتے ہو لیکن یہ نہیں سوچتے کہ تمہاری زبان جس کی یاد کا دعوٰی کر رہی ہے اُس کی فراموشی کے لیے تمہارا ہر عمل گواہ ہے اور جس کی تعظیم و تکریم کا تم کو بڑا اِدعاء ہے، تمہاری گمراہانہ زندگی بلکہ تمہارے وجود سے اُس کی عزت کو بٹّہ لگ رہا ہے۔

اگر تمہارے اِس دعوائے عشق و محبت اور اِدعائے اِحترام و عظمت میں کوئی صداقت ہوتی اور تم کو دَرحقیقت اُن سے غلامی کا اَدنیٰ سا تعلق ہوتا تو تمہاری دینی حالت ہرگز اِس قدر تباہ نہ ہوتی، تم اُن کی لائی ہوئی شریعت سے ایسے بیگانہ نہ ہوتے، تم نماز کے عادی ہوتے اور زکوٰۃ پر عمل، تقوٰی تمہارا شعار ہوتا اور اِتباعِ سنت تمہارا طرۂ اِمتیاز، تم حرام و حلال میں فرق کرتے بلکہ مواقع شُبہات سے بھی بچتے، تمہاری زندگی نمونہ ہوتی صحابہ کرامؓ کا اور تمہارا ہر عمل مرقع ہوتا اِسلام کا۔

پس جبکہ تمہارا یہ حال نہیں ہے اور تم اپنے دِلوں سے پوچھو وہاں سے بھی یہی جواب ملے گا کہ وہاں نہیں ہے تو پھر یقین کرو کہ ربیع الاوّل کے موقع پر تمہاری یہ عشق و محبت کی نمائش محض فریبِ نفس ہے جس میں تم خود مبتلا ہو سکتے ہو یا تمہارے ظاہر میں دوست و اَحباب، خداوندِ علیم وخبیر تمہارے اِس فریب میں نہیں آ سکتا اور نہ اُس کے رسول ﷺ کو تم اِن خالی اَز حقیقت مظاہروں سے دھوکا دے سکتے ہو۔

اِس لیے میں تم سے کہتا ہوں اور اللہ کی قسم محض تمہاری خیر خواہی کے لیے کہتا ہوں کہ تم اپنی اِن رسمی مجلسوں کی آرائشوں سے پہلے اپنے اُجڑے ہوئے دل کی خبر لو اور قندیلوں کے روشن کرنے کے بجائے اپنے قلوب کو نورِ ایمانی سے منور کرنے کی فکر کرو۔

تم اَغیار کی تقلید میں نقلی پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو مگر تمہاری حسنات کا جو گلشن اُجڑ رہا ہے اُس کی حفاظت اور شادابی کا کوئی اِنتظام نہیں کرتے، تم ربیع الاوّل کی برکتوں اور رحمتوں کا تصور کر کے مسرت کے ترانے گاتے ہو لیکن اپنی اِس بربادی پر ماتم نہیں کرتے کہ تمہارا خدا تم سے رُوٹھا ہوا ہے، اُس نے تمہاری بداَعمالیوں سے ناراض ہو کر اپنی دی ہوئی نعمتیں تم سے چھین لی ہیں۔ تم آقا سے غلام، حاکم سے محکوم، غنی سے مفلس، زَردار سے بے زر بلکہ بے گھر ہو چکے ہو، تمہارے اِیمان کا چراغ ٹمٹما رہا ہے اور تمہارے اَعمالِ صالحہ کا پھول مرجھا رہا ہے اور غضب بالائے غضب یہ ہے کہ تم غافل ہو۔ پس کیا اِس محرومی اور مغضوبی کی حالت میں بھی تم کو حق پہنچتا ہے کہ ربیع الاوّل میں آنے والے دین و دُنیا کی نعمتیں لانے والے رحمۃ للعالمین ﷺ کی آمد کی یادگار میں خوشیاں مناؤ، بقول علامہ اَبوالکلام آزادؒ :

> ''کیا موت اور ہلاکی کو اِس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور رُوح کا اپنے کو ساتھی بنائے ؟ کیا ایک مردہ لاش پر دُنیا کی عقلیں نہ پہنچیں گی اگر وہ زِندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی ؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اَندر دُنیا کے لیے بڑی ہی خوشی ہے لیکن اَندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والے کی طرح خوشیاں منائے۔''

(باقی صفحہ ۶۲)

حاصلِ مطالعہ

﴿ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب، اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ لاہور ﴾

مروجہ فاتحہ دِلانے والے ایک صاحب سے گفتگو :

حکیم الامت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی فرماتے ہیں :

''ایک بار فلاں خان صاحب نے جو شاہجہانپور کے رہنے والے اور علی گڑھ کالج کے پرنسپل کے میر منشی تھے، اُنہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ صاحب فاتحہ دِلانا کیسا ہے اور وہ فاتحہ بہت دِلایا کرتے تھے، کہنے لگے کہ ہمارے یہاں یہ طریقہ ہے کہ جب کسی کو کچھ ثواب بخشنا ہوتا ہے تو اَوّل کھانا پکواتے ہیں جب کھانا پک چکتا ہے تو اَوّل اُس میں سے تھوڑا سا کھانا اَلگ نکال کر جو شخص فاتحہ دیتا ہے اُس شخص کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے تب وہ شخص فاتحہ دیتا ہے، اِس کے بعد اِس تمام پکے ہوئے کھانے کو تقسیم کر دیا جاتا ہے تو اِس طریقہ سے ہم لوگ فاتحہ دِلاتے ہیں تو اِس کا کیا حکم ہے ؟ اور وہ خان صاحب اَنگریزی پڑھے ہوئے تھے کوڑ مغز بھی نہ تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ بجائے اِس کے کہ میں آپ کو اِس کا حکم بتلاؤں اِس کے متعلق آپ سے چند اُمور بطورِ مقدمات کے بیان کرتا ہوں جن کو سن کر آپ خود ہی فیصلہ کر لیں گے کہ ایسی فاتحہ کا کیا حکم ہے۔

میں نے کہا کہ یہ تو ظاہر ہے کہ آپ جو فاتحہ دِلاتے ہیں تو اُس سے آپ کا مقصود اِیصالِ ثواب ہے، کہنے لگے کہ جی ہاں۔ تو میں نے کہا کہ اَوّل تو آپ یہ بتلایئے کہ اِیصالِ ثواب کی حقیقت کیا ہے ؟

کہنے لگے کہ اِیصالِ ثواب کی حقیقت یہ ہے کہ ایک نیک کام ہم نے کیا اِس کا ثواب

جو کچھ ہم کو ہوا اِس کے متعلق حق تعالیٰ سے عرض کر دیا کہ یہ ثواب فلاں شخص کو پہنچا دیا جاوے، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے اور آپ نے جو اِیصالِ ثواب کی حقیقت بیان کی اِس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ کسی عمل کا ثواب اُس عمل کے کرنے کے بعد پہنچایا جا سکتا ہے اِس سے پہلے نہیں پہنچایا جا سکتا کیونکہ ثواب تو عمل کا ہوا ہے اور عمل سے قبل تو ثواب کا وجود ہی نہ تھا تو جب تک خود ہی کو اَبھی ثواب نہ مِلا تھا تو دُوسرے کو کیا پہنچایا جا سکتا ہے۔

کہنے لگے کہ جی ہاں درست ہے۔

میں نے کہا اَب یہ بتلایئے کہ یہ جو آپ نے اَوّل کھانا پکایا اُس کے بعد اُس کو سامنے رکھ کر فاتحہ دی اور ثواب پہنچایا تو کس چیز کا اور کس عمل کا ثواب پہنچایا کیونکہ کھانا تو کوئی عمل ہے نہیں جو اِس کا ثواب آپ پہنچاتے، اَصل عمل تو کھانا فقراء کو تقسیم کرنا ہے کہ اِس پر ثواب مرتب ہوتا ہے اور وہ ابھی تک ہوا نہیں بلکہ وہ کھانا ابھی تک آپ ہی کے یہاں جوں کا توں دیگ میں رکھا ہوا ہے تو جس عمل کے کرنے سے آپ کو ثواب ملتا وہ تو اَبھی تک ہوا ہی نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ ابھی تک خود آپ کو ہی ثواب نہیں مِلا، جب آپ کو ثواب نہیں مِلا تو میت کو کیا پہنچا کیونکہ ثواب اَوّل آپ کو مِلتا تب اِس کے بعد وہ ثواب آپ کی درخواست سے میت کو پہنچا دیا جاتا، اِسی کو اِیصالِ ثواب کہتے ہیں۔

اور اگر کہا جاوے کہ گو اُس وقت تک فقراء کو کھانا تقسیم نہیں کیا گیا مگر اِس کے بعد تو کر دیا گیا تو اُس وقت تو ثواب مِلا ہوگا۔

تو اِس کا جواب یہ ہے کہ بیشک جب وہ کھانا آپ نے فقراء کو تقسیم کر دیا تو اُس وقت آپ کو ثواب مِل گیا مگر اِس سے تو صرف یہ معلوم ہوا کہ آپ کو ثواب مِل گیا کیونکہ ایک نیک کام جو آپ نے کیا اُس کا ثواب آپ کو ملنا چاہیے تھا تو مِل گیا

مگر اِس سے یہ کیسے لازم آیا کہ اِس میت کو بھی ثواب پہنچ گیا کیونکہ جس وقت آپ نے وہ عمل کیا ہے یعنی کھانا فقراء کو تقسیم کیا ہے تو اُس وقت آپ نے ثواب کا اِیصال کہاں کیا ؟ حاصل یہ کہ جب اِیصال کیا تھا ثواب کا اُس وقت تو ثواب کا وجود نہ تھا اور جب وجود ہوا ثواب کا تو آپ نے اِس کا اِیصال نہیں کیا۔

اور اگر کہا جاوے کہ کھانا تقسیم کرتے وقت گو ہم نے زبان سے اِیصالِ ثواب نہیں کیا مگر دِل میں تو ہمارے یہی نیت تھی کہ یہ کھانا اِیصالِ ثواب کے لیے تقسیم کر رہے ہیں۔ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ اِیصالِ ثواب کے لیے اگر صرف دِل میں نیت کر لینا کافی تھا تو اَوّل بار یعنی کھانا تقسیم کرنے سے پہلے جب آپ نے اِیصالِ ثواب کیا تھا تو اُس وقت بھی دِل میں نیت کر لینا کیوں نہ کافی سمجھا گیا تھا بلکہ اِس کو ضروری قرار دیا گیا تھا کہ ہاتھ بھی اُٹھائے جاویں اور سورہ فاتحہ بھی پڑھی جاوے اور پھر زبان سے اِیصالِ ثواب کے الفاظ بھی اَدا کیے جاویں ورنہ بغیر اِس کے فاتحہ ہی نہ ہوگی جیسا کہ عام طور پر لوگوں کا عقیدہ ہے۔اور اگر اُس وقت یعنی قبل تقسیم اِیصالِ ثواب کے یہ خاص ہیئت ضروری تھی اور نیت کافی نہ تھی تو اَب اِس وقت یعنی بعد تقسیم کس دلیل سے اِس کو غیر ضروری قرار دے لیا گیا۔

اَب اِس کے بعد اور سُنیے یہ جو آپ دیگ میں سے تھوڑا سا کھانا نکال کر اپنے سامنے رکھ کر ثواب بخشتے ہیں تو اِس کی کیا وجہ ؟ کیا حق تعالیٰ کو دِکھلاتے ہیں کہ ملاحظہ فرمالیجیے یہ کھانا ہے جس کا ثواب ہم پہنچانا چاہتے ہیں، جیسے ایک شخص جب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا تھا تو نیت باندھنے کے وقت جب زبان سے کہتا تھا کہ پیچھے اِس اِمام کے تو اُنگلی سے اِمام کی طرف اِشارہ بھی کرتا تھا اور صرف اِسی اِشارہ پر بس نہ کرتا تھا بلکہ اِشارہ کے وقت اِمام کو اُنگلی سے چھوتا بھی تھا کہ پیچھے اِس اِمام کے، تب اُس کا اِطمینان ہوتا تھا اِس کے بعد وہ تکبیرِ تحریمہ کہتا تھا۔

اور اگر کسی جاہل کا یہ عقیدہ ہو کہ اِیصالِ ثواب کھانا سامنے رکھنے پر ہی موقوف ہے بغیر کھانا سامنے رکھے ثواب نہیں پہنچ سکتا تو میں اُس سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اِس کا تو مقتضاء یہ تھا کہ کُل دیگ سامنے رکھ کر اِیصالِ ثواب کیا جاتا کیونکہ ثواب تو کُل کھانے کا پہنچانا مقصود ہے اور ثواب پہنچنا اُس کے نزدیک اِس پر موقوف ہے کہ کھانا سامنے رکھ کر اِیصالِ ثواب کیا جاوے تو کُل دیگ کو سامنے رکھنا چاہیے تھا تاکہ کُل کھانے کا ثواب پہنچتا، اِس کی کیا وجہ کہ تھوڑا سا کھانا تو سامنے رکھ لیا اور باقی اُسی دیگ میں چھوڑ دیا کیونکہ اِس صورت میں تو صرف اُتنے ہی کھانے کا ثواب پہنچا جو فاتحہ دینے والے کے سامنے رکھا تھا اور باقی کھانا جو دیگ میں اَلگ رکھا ہوا ہے اُس کا ثواب کہاں پہنچا ؟

اور اگر تمہارے نزدیک دیگ کے کھانے کا ثواب بغیر سامنے رکھے پہنچ گیا تو پھر اُتنے ہی کھانے کو سامنے رکھنے کی کیا ضرورت ہوئی، کیا حق تعالیٰ کو نمونہ دِکھلایا جاتا ہے کہ دیکھئے حضور ملاحظہ فرمالیجیے اِس قسم کا وہ ہے کھانا جس کا ہم ثواب پہنچانا چاہتے ہیں ؟

میری یہ تقریر سن کر اُن خان صاحب نے ایک قہقہہ مارا اور کہا کہ واقعی نہایت بیہودہ حرکت ہے ہم تو اَب ایسا کریں گے نہیں، میں نے کہا کہ اِس میں شک ہی کیا ہے۔''

(اِفاضاتِ یومیہ مشمولہ ملفوظات حکیم الامت ج۹ ص ۵۳ طبع ملتان)

برصغیر کے مصاحف کا رسم الخط
تاریخی و تحقیقی جائزہ

جناب ڈاکٹر محمد شفاعت صاحب ربانی
ریسرچ سکالر، قرآنک ریسرچ سینٹر، شاہ فہد قرآن کمپلیکس، مدینہ منورہ

برصغیر کے مصاحف کا رسم الخط :

مدینہ منورہ کی سرکاری و غیر سرکاری لائبریریوں میں برصغیر کے بہت سے مصاحف موجود ہیں اُن میں ہاتھ سے لکھے ہوئے قلمی نسخے بھی ہیں اور مطبوعہ بھی، سب سے زیادہ قلمی اور مطبوعہ نسخے میں نے مسجدِ نبوی کی اُس لائبریری میں دیکھے ہیں جو بابِ عثمانؓ سے داخل ہوتے ہی دائیں طرف واقع ہے جو کہ دو منزلہ ہے اور یہ صرف قلمی نسخوں اور نایاب مصاحف و کتب کے لیے مختص ہے۔

اِسی طرح بہت سے قلمی اور مطبوعہ مصاحف مدینہ منورہ کی سب سے بڑی سرکاری لائبریری مَکْتبَۃُ الْمَلِکْ عَبْدُ الْعَزِیْزِ میں محفوظ ہیں۔

شاہ فہد قرآن کمپلیکس مدینہ منورہ میں قرآنک ریسرچ سینٹر کی زیرِ نگرانی عربی میں ایک ضخیم کتاب پر کام ہو رہا ہے جو تقریبًا آخری مراحل میں ہے جس کا عنوان ہے مُعْجَمُ کُتَّابِ الْمُصْحَفِ الشَّرِیْف جس میں عہدِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک ہر اُس خطاط اور خوش نویس کا نام اور اُس کی سوانحِ عمری درج ہے جس کا کسی بھی کتاب میں ذکر یا تذکرہ آیا ہو اور اُسے کامل قرآنِ پاک یا اُس کے کسی بھی حصے کی کتابت کا شرف حاصل ہوا ہو، اُن تمام خوش نویس حضرات کا یہ ایک نادر اِنسائیکلو پیڈیا ہوگا اور اُس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ جو مصاحف اِس وقت تک محفوظ ہیں خصوصًا مدینہ منورہ میں، چاہے وہ قلمی نسخے ہوں یا مطبوعہ اُن میں سے ہر ایک مصحف کے چند صفحات کی رنگین فوٹو کاپی بھی اِس کتاب میں شامل کی گئی ہے، مصاحف کے یہ تمام نمونے بھی میری نظر سے گزرے ہیں اور مسجدِ نبوی میں محفوظ تمام مصاحف

کا بھی میں نے اچھی طرح معائنہ اور مطالعہ کیا ہے، خصوصًا وہ مصاحف جن کا تعلق برصغیر (ہندو پاک) سے ہے، اُن میں بعض مصاحف تو ایسے بھی ہیں جو کتابت کے لحاظ سے کئی سو سال پرانے ہیں۔

بعد اَزاں برصغیر میں تیرہویں صدی ہجری (۱۲۳۹ھ) میں یعنی اُنیسویں صدی عیسوی (۱۸۲۴ء) میں جب کتابوں اور قرآنِ پاک کی طباعت کا آغاز ہوا تو چند ہی سال (۱۸۵۰ء) میں عیسوی تک لکھنؤ، کانپور، آگرا، دہلی، لاہور، حیدر آباد، دکن، کلکتہ اور دیگر بہت سے شہروں میں قرآنِ پاک اور اِسلامی کتب کی طباعت سراَنجام دینے والی کمپنیوں اور مطابع کا ایک جال پھیل گیا تو اُس وقت سے لے کر آج تک جتنی بھی کمپنیوں یا نشریاتی اِداروں نے قرآنِ پاک چھاپے یا چھپوائے ہیں اور اِسی طرح وہ قلمی نسخے جن کا میں نے بغور معائنہ اور مطالعہ کیا ہے، برصغیر کے اُن تمام مصاحف کا رسم الخط اور اُس کا منہج کئی سو سال سے 99% تک ایک جیسا چلا آرہا ہے۔

مسجدِ نبوی کے اِس مذکورہ کتب خانہ میں قرآنِ پاک کے مطبوعہ اور قدیم بے شمار ایسے نسخے محفوظ ہیں جو حج وعمرہ پر آنے والے مسلمانانِ عالَم اَزراہِ عقیدت حرمِ نبوی میں بطورِ ہدیہ رکھواتے رہے، ایک قرآنِ پاک کا نسخہ تو ایسا بھی میری نظر سے گزرا جو برصغیر کے مصاحف کے منہج اور رسم الخط کے بالکل مطابق ہے مگر اُس کی طباعت برصغیر کے بجائے مصر کے دارُالحکومت قاہرہ میں ہوئی ہے اور ایک ایسا قرآنِ پاک بھی میری نظر سے گزرا ہے جو کہ ''قرآنِ مجید دو ترجمہ مع تفسیر عزیزی (فارسی) وحسنی (اُردو)'' کے عنوان سے چھپا ہے اور بین السطور دو ترجموں میں سے ایک فارسی جبکہ دُوسرا اُردو میں ہے اور حاشیے میں مختصر قراءات بھی بیان کی گئی ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ اُس کے حاشیے میں رسم الخط کے عنوان کے تحت اُن قرآنی کلمات کا رسم الخط بھی فارسی میں درج کیا گیا ہے جن میں علماءِ رسم کا اِختلاف ہے اور اِس مصحف میں اِختیار کیے جانے والے رسم کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے۔

برصغیر کے علماء وقراء کی یہ کاوشیں لائقِ صد تحسین ہیں جو وہ قرآنِ پاک کی خدمت کے سلسلہ میں کرتے چلے آئے ہیں، اُن ہی کوششوں میں سے ایک وہ کوشش بھی ہے جو حضرت مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سراَنجام دی ہے، میں نے ہندوستان سے تاج کمپنی کا چھپا ہوا ایک قدیم نسخہ

منگوایا ہے جو قرآنِ مجید مع فتح الحمید کے نام سے (۱۳؍ جون ۱۹۳۵ء/ ۱۱؍ ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ) چھپا ہوا ہے اُس میں عربی متن کے ساتھ ساتھ مولوی فتح محمد جالندھریؒ کا اُردو ترجمہ بھی چھاپا گیا ہے اُس کے عربی متن کے بارے میں ناشر لکھتے ہیں :

''خطِ نسخ پیر عبدالحمید صاحب خوشنویس متوطن وزیر آباد کے قلم معجز رقم کا لکھا ہوا ہے جنہیں اپنے فن میں اَعلیٰ دستگاہ حاصل ہے، کتابت کے علاوہ تصحیح بھی خاص اہتمام سے کرائی گئی ہے، کمپنی کی طرف تقریبًا ڈیڑھ درجن مصححوں نے اِس نسخے کو خاص دِقتِ نظر سے پڑھا ہے، آخر میں ہمارے واجب التعظیم بزرگِ دین حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماءِ ہند دہلی کو نظر ثانی کی تکلیف دی گئی ہے جنہوں نے اپنے ہمراہ چند جید و دَقیقہ رس مصححوں کی ایک جماعت لے کر نسخہ ہذا کو تمام و کمال ملاحظہ فرمایا ہے چنانچہ اِس قسم کی اِحتیاطوں کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآنِ مجید کا یہ عکسی نسخہ اَغلاط سے کُلِّیَۃً پاک اور بے نظیر صوری و معنوی خوبیوں کا حامل ہے۔''

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے اِس کی تصدیق اِن مندرجہ ذیل الفاظ میں کی ہے :

تصدیق صحتِ متن

اَز جناب مفتی محمد کفایت اللہ صاحب، صدر جمعیۃ العلماءِ ہند دہلی

''میں نے تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کی خواہش پر اِس قرآنِ مجید کا متن حرفًا حرفًا پورے غور و امعانِ نظر سے پڑھا اور جہاں تک اِنسانی سعی کا تعلق ہے میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اِس مصحفِ مقدس کے متن میں کوئی غلطی نہیں رہی، غلطیوں کی درستگی بھی میں نے اپنی نگرانی میں کرادی ہے۔''

۱۱؍ ربیع الاوّل ۱۳۵۴ھ

فقیر محمد کفایت اللہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ

اور ایسا ہی ایک مصحف حرمِ نبوی کے کتب خانہ میں میری نظر سے گزرا جسے اَلقرآن اکیڈمی (ممبئ دہلی الہند) نے (اَلقرآن الحکیم) (الفی) کے نام سے ۱۵؍فروری ۱۹۸۵ء/ ۲۵؍جمادی الاوّل ۱۴۰۵ھ میں چھاپا، اِس قرآنِ پاک کے ہر صفحے کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے اور اُس کا رسم الخط وہی مروجہ ہندوستانی رسم الخط ہے جو صدیوں سے چلا آرہا ہے جس کے مصححین میں اُٹھارہ علماء وقراء کے نام درج ہیں جن میں سرفہرست حضرت مفتی عبدالرحمٰن (مدرسہ اَمینیہ، دہلی) اور ڈاکٹر اِسرار احمد مرحوم (لاہور) ہیں اور جس پر مہر تصدیق ثبت کرنے والے تیرہ علماء میں حضرت مولانا اَبوالحسن علی ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہما اللہ سرِ فہرست ہیں۔

اِن تمام مصاحف کا رسم الخط چاہے وہ قلمی نسخے ہوں یا مطبوعہ، ہندوستان میں چھپے ہوں یا پاکستان میں سبھی کا رسم الخط صدیوں سے تقریبًا ایک جیسا چلا آرہا ہے جس کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

☆ وہ قرآنی کلمات جن کے بارے میں اِمام اَبوعمرو الدانی (وفات: ۴۴۴ھ) اور اِمام اَبوداوٗد اِبن نجاح (وفات: ۴۹۶ھ) کا اِتفاق ہے، اِن کلمات کے رسم میں اُن کی بیان کردہ متفقہ روایت و مذہب سے سرِ مو بھی رُوگردانی نہیں کی گئی۔

☆ وہ قرآنی کلمات جن میں شیخین (دانی و اَبوداوٗد) کا آپس میں اِختلاف ہے، خصوصًا وہ قرآنی کلمات جن میں حذف و اِثبات کا اِختلاف ہے، اِس طرح کہ اِمام دانیؒ اِن میں اِثباتِ الف کے قائل جبکہ اِمام اَبوداوٗدؒ اِن میں حذفِ الف کے قائل ہیں، ایسے تمام کلمات میں برصغیر کے تمام مصاحف خواہ وہ قلمی ہوں یا طبع شدہ تمام کے تمام اِمام دانیؒ کے منہج کے مطابق یعنی اِثباتِ الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں جو کہ اِمام دانیؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق چھ مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی نہ کسی مصحفِ عثمانی کے مطابق ہیں۔

مثال کے طور پر جمع مذکر سالم کے وہ الفاظ جو قرآنِ پاک میں ایک یا دو مرتبہ آئے ہیں اُن کلمات کے بارے میں اِمام دانیؒ سے اِبن وثیق الاندلسی (وفات: ۶۵۴ھ) اور دیگر متاخرین نے روایت کی ہے کہ اِمام دانیؒ ایسے الفاظ میں قلیل الدور ہونے کی وجہ سے اِثباتِ الف کے قائل ہیں اور

جمع مذکر سالم کے وہ قرآنی کلمات جو تین یا تین سے زیادہ مرتبہ قرآنِ پاک میں آئے ہیں ایسے کلمات میں وہ حذفِ الف ہی کے راوی اور قائل ہیں جبکہ اِن کے شاگرد اِمام اَبوداؤدؒ اِس مذکورہ تفریق کے قائل نہیں ہیں، اُن کی روایت اور مذہب کے مطابق جمع مذکر سالم کے تمام الفاظ میں الف محذوف ہوگا، خواہ وہ ایک مرتبہ ہی کیوں نہ آیا ہو سوائے اُن چند کلمات کے جو اِس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں۔

☆ اِسی طرح لفظ (برکت) سے مشتق تمام الفاظ میں اِمام اَبوداؤدؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق کہیں الف ثابت ہے تو کہیں محذوف جبکہ یہ تمام کلمات (مُبٰرَكَ، مُبٰرَكًا، تبٰرَكَ، مُبٰرَكَةً وغیرہ) برصغیر کے تمام مصاحف میں اِمام دانیؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق حذفِ الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

☆ اِن کے برعکس کچھ قرآنی کلمات ایسے بھی ہیں جو اِمام اَبوداؤدؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق عرب ممالک میں اِثباتِ الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں جبکہ یہی کلمات اِمام دانیؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق برصغیر کے تمام مصاحف میں حذفِ الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں مثلاً تثنیہ کے تمام کلمات چاہے وہ اَفعال میں سے ہوں یا اَسماء میں سے، ایسے تمام کلمات کا وہ الف جو کلمے کے وسط میں واقع ہوا ہو نہ کہ آخر اور طرف میں جس کی مثال اَفعال میں ﴿یَلْتَقِیَانِ﴾ اور ﴿تَجْرِیَانِ﴾ کا الف ہے، اور اَسماء میں ﴿طَآئِفَتَانِ﴾ کا اور ﴿اَلْجَمْعَانِ﴾ کا الف ہے اِن میں ﴿قَالَا﴾ کا الف شامل نہیں جو کہ اِتفاقاً ثابت ہے کیونکہ وہ کلمے کے آخر میں ہے وسط میں نہیں۔ اِن تمام الفاظِ تثنیہ میں وہ الف جو کہ وسط میں ہے طرف اور آخر میں نہیں، برصغیر کے تمام مصاحف میں اِمام دانیؒ کے مذہب کے مطابق محذوف ہے جبکہ اِمام اَبوداؤدؒ اِن سب الفاظِ تثنیہ میں اِثباتِ الف کے راوی اور قائل ہیں۔

☆ اِمام دانیؒ کی مشہورِ زمانہ کتاب اَلْمُقْنِعُ فِیْ مَعْرِفَةِ مَرْسُوْمِ مَصَاحِفِ اَهْلِ الْاَمْصَارِ کو جب اِمام شاطبیؒ (وفات: ۵۹۰ھ) نے اپنی مشہور نظم عَقِیْلَةُ اَتْرَابِ الْقَصَائِدِ میں شعروں کا جامہ پہنایا تو اِمام شاطبیؒ نے گنے چنے چند الفاظ میں اِمام دانیؒ سے اِختلاف کرنے کی جسارت کی، ایسے تمام الفاظ میں برصغیر کے تمام مصاحف کا رسم الخط صدیوں سے اِمام شاطبیؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق چلا

آرہا ہے، صرف اِن ہی کلمات میں اِمام دانیؒ کی روایت کو نظر اَنداز کیا گیا ہے۔

مثلاً سورۂ شوریٰ (آیت ۲۲) میں ﴿رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ﴾ کے دونوں لفظ جو کہ جمع مونث سالم کے صیغے ہیں، جمع مونث سالم کے قاعدے کی رُو سے اِن دونوں میں الف محذوف ہونا چاہیے مگر چونکہ اِمام دانیؒ اور اِمام اَبوداؤدؒ نے اِن دونوں لفظوں کو عام قاعدے سے مستثنیٰ کرتے ہوئے اِن میں اِثباتِ الف نقل کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ عرب ممالک میں چھپنے والے تمام مصاحف میں مذکورہ دونوں لفظوں میں اِثباتِ الف ہی کو اِختیار کیا گیا ہے مگر اِمام شاطبیؒ نے اپنی کتاب العقیلة میں جمع مونث سالم کا قاعدہ بیان کرتے وقت اِن دونوں لفظوں کو عام قاعدے سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا اور اُن کے ہاں اِن دونوں لفظوں کا الف بھی دیگر جمع مؤنث سالم کے الفاظ کی مانند محذوف ہی رہے گا، یہی وجہ ہے کہ برصغیر کے تمام مصاحف میں اِن دونوں لفظوں میں الف اِمام شاطبیؒ کے مذہب کے مطابق محذوف کرتے ہوئے دونوں پر کھڑی زبر ڈالی گئی ہے (ایسی ہی دیگر مثالوں کے لیے ملاحظہ فرمائیے راقم کا عربی مضمون رسم مصحف مطبعة تاج : دراسة نقدية مقارنة)

☆ اِسی طرح برصغیر میں مطبوعہ مصاحف کے رسم کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ قرآنی کلمات جن میں مشہور قراءِ کرام میں اِختلاف پایا جاتا ہے ایسے کلمات کے رسم الخط میں قراء کے اِختلاف کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے، اِس کی بہت سی مثالیں ہیں جو میں نے اپنے مذکورہ عربی مضمون میں تفصیل سے بیان کی ہیں، یہاں میں صرف دو مثالیں بیان کروں گا۔

پہلی مثال ہے لفظ ﴿اَفْئِدَةً﴾ جو کہ قرآنِ پاک میں گیارہ مرتبہ آیا ہے، تمام جگہ میں (فاء) کے بعد والا (ہمزہ) بغیر کرسی (یاء کے شوشے) کے لکھا گیا ہے، مگر صرف سورہ اِبراہیم آیت ۳۷ ﴿اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ﴾ میں برصغیر کے مطبوعہ و مخطوطہ مصاحف میں یاء کے شوشے پر ہمزہ لکھا گیا ہے، اِس لیے کہ اِس میں ہشام (عن اِبن عامر الشامی) کی ایک اور قراءات بھی ہے جس میں وہ ہمزہ کے بعد ''یاء'' کا اِضافہ بھی کرتے ہیں جبکہ عرب ممالک میں چھپنے والے مصاحف میں اِس باریکی کا خیال نہیں رکھا گیا۔

دُوسری مثال ہے سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۲ ﴿فَلَا یَخَافُ ظُلْمًا﴾ جسے اِبن کثیر مکی ﴿فَلَا یَخَفْ ظُلْمًا﴾ حذفِ الف اور فاء کے سکون کے ساتھ پڑھتے ہیں، عرب ممالک میں چھپنے والے مصاحف میں خاء کے بعد آنے والے الف کو کھڑی زبر کے بجائے بقاعدہ ثابت الف کے ساتھ لکھا گیا ہے، ایسی صورت میں اِس رسم سے دُوسری قراءات کا اَخذ کرنا اِنتہائی مشکل ہے جبکہ برصغیر کے تمام مصاحف میں اِس فعل کو حذفِ الف کے ساتھ یعنی خاء کو فاء کے ساتھ مِلا کر لکھا گیا ہے اور پھر خاء پر کھڑی زبر ڈال دی گئی ہے، اِس کھڑی زبر کو زبر میں تبدیل کرنے سے اِبن کثیر کی قراءت ﴿فَلَا یَخَفْ ظُلْمًا﴾ بن جائے گی۔

یہ منہج برصغیر کے مصاحف میں اِس لیے اِختیار کیا گیا ہے کہ علماءِ قراءات کے نزدیک اِن قرآنی قراءات کے ثبوت کی تین بنیادی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ قرآنی قراءات مصحف کے رسم الخط کی مخالف نہ ہوں۔

☆ برصغیر کے مصاحف میں کچھ کلمات ایسے بھی ہیں جو کہ اِنتہائی محدود ہیں جن میں اِمام دانیؒ اور اِمام شاطبیؒ دونوں کی روایت و مذہب کے بجائے کسی اور عالم کی روایت اور مذہب کو اِختیار کیا گیا ہے، اِس کی مثالیں میں نے اپنے مذکورہ عربی مضمون میں تفصیل سے بیان کی ہیں، یہاں میں صرف ایک مثال بیان کرنے پر اِکتفاء کروں گا، اور وہ ہے لفظ ﴿اَلْکٰفِرُ﴾ جو کہ قرآنِ پاک میں پانچ مرتبہ آیا ہے، اِس میں کاف کے بعد والا الف اِمام دانیؒ اور اِمام شاطبیؒ بلکہ بیشتر علماءِ رسم کے نزدیک ثابت ہے مگر برصغیر کے مطبوعہ مصاحف میں اِن میں سے چار جگہ الف ثابت ہے، صرف سورۂ نبا کے آخر میں ﴿وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا﴾ میں کاف کے بعد والا الف محذوف ہے اور یہ مذہب اِمام اَبو اِسحاق التجیبیؒ سے منقول ہے جو کہ آٹھویں صدی کے مشہور علماءِ رسم میں سے ہیں۔

☆ اَنجمن حمایت اِسلام کی طرف سے اُستاذ ظفر اِقبال صاحبؒ سیالکوٹی کی نگرانی میں چھپنے والے مصحف کا بھی یہی مذکورہ بالا منہج ہے جو برصغیر کے مصاحف کا ہے ماسوائے اُن چند کلمات کے جو اُستاذ ظفر اقبال صاحبؒ نے مصری مصحف سے لیے ہیں کیونکہ اُستاذ ظفر اِقبال صاحبؒ سیالکوٹی نے

مذکورہ مصحف کے مقدمہ میں رسم الخط کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ :

''محمد مصطفیٰ خان صاحب نے ۱۲۶۷ھ میں ایک نسخہ قرآن نہایت اِحتیاط سے طبع کرا کر شائع کیا، مولوی محبوب اِلٰہی صاحب کے زیرِ اہتمام ۱۲۸۳ھ میں کلامِ پاک کا ایک نہایت قابلِ قدر نسخہ شائع ہوا جس کے فرائضِ کتابت منشی اَشرف علی صاحب نے اَدا کیے اور جس میں رسم الخط قرآن کے متعلق نہایت مفید و مستند تعلیقات ہیں، اَنجمن کے عکسی قرآنِ مجید میں تعیین رسم الخط کے لیے اِن دونوں نسخوں سے معتدبہ مدد لی گئی ہے، بعض مشکلات کے لیے مصحفِ حکومت مصر کی طرف بھی رُجوع کرنا پڑا۔''

مذکورہ عبارت میں اِس بات کی طرف نشاندہی کی گئی ہے کہ مصحفِ انجمن حمایتِ اِسلام برصغیر کے مستند مصاحف کے مطابق ہیں لیکن بعض مشکلات کے حل کے لیے حکومتِ مصر کے مطبوعہ مصحف سے بھی مدد لی گئی ہے، علماء حضرات جانتے ہیں کہ مصری مصحف بیشتر قرآنی کلمات میں اِمام اَبو داؤدؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق ہے جبکہ برصغیر کے مصاحف اِمام دانیؒ اور اِمام شاطبیؒ کی روایت اور مذہب کے مطابق ہیں، اِس لیے اگر ہم مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی زیرِ نگرانی چھپنے والے مصحف کا اِس مصحف سے موازنہ کریں جو اُستاذ ظفر اِقبال صاحب سیالکوٹی کی زیرِ نگرانی اَنجمن حمایت اِسلام نے چھاپا ہے تو ہمیں کچھ کلمات میں اِختلاف ضرور نظر آئے گا، گو وہ اِختلافی کلمات رسمِ عثمانی کے تو مطابق ہی ہیں مگر اِمام دانیؒ اور اِمام شاطبیؒ کے منہج کے مطابق نہیں ہیں مثال کے طور پر لفظ ﴿جَاهَدَ﴾ فعل ماضی کے الفاظ قرآنِ مجید میں پندرہ مرتبہ آئے ہیں، اِن سب میں جیم کے بعد والا الف اِمام دانیؒ اور اِمام شاطبیؒ کے ہاں ثابت جبکہ اِمام اَبوداؤدؒ کے ہاں محذوف ہے، اَب یہ تمام الفاظ مفتی صاحبؒ والے مصحف میں اِمام دانیؒ کے منہج کے مطابق اِثباتِ الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں جبکہ مصحفِ اَنجمن حمایت اِسلام میں صرف چار جگہ میں الف ثابت ہے سورۂ عنکبوت اور سورۂ لقمان میں، باقی تمام جگہوں میں مصحفِ مصری کے مطابق الف محذوف ہے۔

اِسی طرح جمع مذکر سالم کے وہ الفاظ جن میں اِمام دانی قلیل الدور ہونے کی وجہ سے اِثباتِ الف کے قائل ہیں، مفتی صاحب والے مصحف میں اِن میں سے بیشتر اِثباتِ الف ہی کے ساتھ ہیں مگر مصحف اَنجمن حمایت اِسلام اور اِس کے مطابق چھپنے والے پاکستانی مصاحف میں اِمام دانی کے مذکورہ مذہب کی پابندی نہیں کی گئی بلکہ کہیں اِمام دانی کے مذہب کے مطابق ثابت ہیں تو کہیں مصحفِ مصری کے مطابق محذوف ہیں۔

کچھ ایسا لگتا ہے کہ اُستاذ ظفر اِقبال صاحب سیالکوٹی کو مصحفِ مصری پر اِعتبار کسی حد تک زیادہ تھا بہ نسبت برصغیر کے مصاحف کے، یہی وجہ ہے کہ کچھ عرصہ گزر جانے کے بعد اُنہوں نے ایک نیا مصحف تیار کیا جس میں برصغیر کے مصاحف کے برعکس مکمل رسم الخط مصحفِ مصری کے مطابق اِختیار کیا گیا اور اُس کے ضبط میں بھی کچھ ایسی اِصطلاحات کا اِضافہ کیا گیا جو کہ قاری قرآن کو تجویدی مسائل تفخیم و ترقیق کی طرف متنبہ کرتی ہیں، اِس مصحف کو پاکستان کی بعض مشہور کمپنیوں نے نئی چیز سمجھ کر چھاپ تو دیا مگر اُن کے چھاپے ہوئے اِس مصحف کو برصغیر کے مشہور اور اِمام دانی کے اِختیار کردہ رسم الخط کی مخالفت کی وجہ سے عوام و خواص میں وہ پذیرائی نہ مِل سکی جس کی چھاپنے والوں کو اُمید یا توقع تھی اور ایسی ہی کوشش حال ہی میں کچھ دیگر کمپنیوں کی طرف سے چھپنے والے مصاحف میں کی گئی ہے۔

حالانکہ اُس متعارف اور مروجہ رسم الخط کا لحاظ اِنتہائی ضروری ہے جو کہ صدیوں سے برصغیر میں چلا آرہا ہے اور اُس پر علماءِ برصغیر کا اِتفاق ہے جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں جن میں حضرت مفتی محمد کفایت اللہ، مولانا اَبوالحسن علی ندوی، مولانا محمد منظور نعمانی، مفتی عبدالرحمٰن، ڈاکٹر اِسرار اور دیگر علماءِ کرام ہیں جن کے نام پہلے گزر چکے ہیں۔

جاری و ساری اور معمول بہ عرف کا شریعت میں اِس قدر اِعتبار ہے کہ حضور اَکرم ﷺ نے اِسی عرفی مصلحت کی خاطر خانہ کعبہ کو شہید کر کے اَز سرِ نو قواعدِ اِبراہیمی پر اُستوار کرنے کا اِرادہ ترک فرما دیا تھا، آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا :

یَاعَائِشَۃُ لَوْلَا اَنَّ قَوْمَکِ حَدِیْثُ عَھْدٍ بِشِرْکٍ لَھَدَمْتُ الْکَعْبَۃَ فَاَلْزَقْتُھَا بِالْاَرْضِ وَجَعَلْتُ لَھَا بَابَیْنِ بَابًا شَرْقِیًّا وَبَابًا غَرْبِیًّا وَزِدْتُّ فِیْھَا سِتَّۃَ اَذْرُعٍ مِنَ الْحَجَرِ فَاِنَّ قُرَیْشًا اِقْتَصَرَتْھَا حَیْثُ بَنَتِ الْکَعْبَۃَ.(مسلم شریف رقم الحدیث ۱۳۳۳)

اِس حدیث کے منشا اور مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے میں اُن حضرات سے دردمندانہ اَپیل کرتا ہوں جو برصغیر کے مصاحف کا رسم الخط بدلنا چاہتے ہیں یا بدلنے کا فیصلہ کر چکے ہیں کہ اگر وہ رسم اِس لیے بدلنا چاہتے ہیں کہ مروجہ رسم الخط غلط اور علماءِ رسم کے بیان کردہ قواعد کے مخالف ہے تو یہ سراسر نااِنصافی اور زیادتی ہے بلکہ ایک مسلمہ حقیقت کا اِنکار ہے جسے ہزار سال پہلے اِمام دانی رحمۃ اللہ علیہ (وفات:۴۴۴ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب (المقنع) میں روایت کیا ہے اور اَکابرینِ علماء وقراء کی مخلصانہ کوششوں اور کاوِشوں کی ناقدری کے بھی مترادف ہے۔

اور اگر وہ اِس لیے بدلنا چاہتے ہیں کہ اِمام اَبوداؤدؒ کا مذہب اُن کی نظر میں اِمام دانیؒ کے مذہب سے اَفضل واَحسن ہے تو بھی اُنہیں یہ اِرادہ مذکورہ حدیث شریف کی روشنی میں ترک کر دینا چاہیے جس میں حضور اَکرم ﷺ نے خانۂ کعبہ کو شہید کر کے اَز سرِ نو قواعدِ اِبراہیمی پر اُستوار کرنے کا اِرادہ محض اِس لیے ترک فرما دیا تھا کہ اِس اَفضل کام کرنے سے ایک متوقع فتنے کا اَندیشہ ہے، وہ یہ کہ نومسلم قریش مکہ خانہ کعبہ کو شہید ہوتے دیکھ کر کہیں اِسلام ہی سے متنفر نہ ہو جائیں۔

اِسی مصلحت کے پیشِ نظر برصغیر میں قرآنِ پاک کے رسم الخط کو متنازع نہ بنایا جائے، مبادا کہ قرآن ہی عوام الناس میں متنازعہ بن جائے اور برصغیر (ہندوپاک) کے وزارتِ مذہبی اُمور کے ذمہ داران سے بھی میری یہی اِلتجا ہے کہ ہمارے ہاں مصاحف کا رسم الخط جو صدیوں سے چلا آرہا ہے اُسے تبدیل کرنے کے کسی بھی فیصلے سے گریز کیا جائے کیونکہ برصغیر کے یہ مطبوعہ قرآنِ پاک دُنیا کے کونے کونے تک پھیلے ہوئے ہیں اور اِن مصاحف سے اِستفادہ کرنے والے مسلمانوں کی تعداد اَربوں میں نہیں تو کروڑوں میں ضرور ہے، اُن سب مسلمانوں کو موجودہ رسم تبدیل کر کے شش و پنج میں مبتلا نہ کیا جائے، ہماری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ پاک پڑھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقیہِ اُمت سیّدنا حضرت عبداللہؓ بن مسعود

﴿ جناب مولانا محمد عثمان سلیم صاحب حفظہ اللہ ﴾

نام و نسب :

آپ کا نام ''عبداللہ'' اور کنیت ''اَبوعبدالرحمٰن'' اور ''اِبن اُمِ عبدؓ'' ہے، آپ کے والد کا نام مسعود ہے، آپ کے والد مسعود کا زمانۂ جاہلیت میں اِنتقال ہو گیا تھا اَلبتہ آپ کی والدہ اُمِ عبد مسلمان ہوئیں، اِس لیے ماں کی جانب بھی نسبت کی جاتی ہے، آپ حضور علیہ السلام اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں ''اِبن اُمِ عبدؓ'' سے زیادہ مشہور ہوئے تھے اور کبھی آپ کو ''عبداللہ بن مسعودؓ'' اور کبھی صرف ''عبداللہؓ'' کہا جاتا ہے، اگرچہ صحابہ میں عبداللہ نام کے ۲۳۷ حضرات ہیں۔

اِبن حبانؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر اِسلام لانے والے ہیں [۱] حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں شریک رہے پھر مدینہ طیبہ میں بھی حاضر ہوئے گویا کہ تیسری مرتبہ ہجرت کی۔ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی، غزوۂ بدر اور صلحِ حدیبیہ میں شرکت فرمائی، اِسی طرح غزوۂ اُحد کے پریشان کن اَحوال میں بھی ثابت قدم رہے اور غزوۂ حنین میں بھی رسالتِ مآب علیہ السلام کے اِرد گرد جانثاری کے جوہر دِکھلاتے رہے، عہدِ فاروقی ۱۵ھ میں یرموک کی فیصلہ کن جنگ میں شریک ہوئے قرآنِ کریم کی آیت ﴿ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ جن اَٹھارہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں نازل ہوئی اُن میں ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

قبولِ اِسلام :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی جوانی میں عقبہ بن اَبی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا، ایک مرتبہ حضرت محمد علیہ السلام اور حضرت اَبوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے،

---

[۱] اَشرف الہدایہ

نبی کریم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کیا تیرے پاس دُودھ ہے ؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا جی ہاں ہے لیکن میں تو اَمین ہوں ، آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے جس کا ابھی تک نر سے میل نہ ہوا ہو ؟ میں نے کہا ہاں ۔ میں ایسی بکری کو لے کر آپ کے پاس آیا ، آپ ﷺ نے اُس بکری کے تھن پر ہاتھ پھیرا تو اُس کے تھنوں میں دُودھ اُتر آیا ، آپ ﷺ نے ایک برتن میں دُودھ دوہا پھر آپ ﷺ نے خود پیا اور اَبو بکر رضی اللہ عنہ کو پلایا پھر آپ نے تھن کو حکم دیا کہ سکڑ جا وہ سکڑ گیا ، اِس کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھ کو بھی اِس کی تعلیم دیجیے ، حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دستِ اَقدس پھیرا اور فرمایا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ فَاِنَّکَ غُلَیِّمٌ مُعَلَّمٌ [1] اِس وقت تو تُو نوعمر ہے لیکن قدرت کی طرف سے تجھے بہت علم دیا جائے گا پھر عبداللہ بن مسعود اُسی وقت مسلمان ہو گئے ، آپ ﷺ نے اِن کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اِنہوں نے بھی ہادی عالم ﷺ کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ، سفر و حضر میں ہمیشہ ساتھ رہتے ، طہارت کے لیے پانی اور مسواک وغیرہ کی خدمت آپ ہی کے ذمہ تھی ، نعلین مبارک اُتارنے اور پہنانے کا شرف آپ ہی کو حاصل تھا ، جب حضور ﷺ جوتے اُتارتے تو آپ اِنہیں اپنی کلائیوں یعنی آستین کی جیبوں میں ڈال لیتے تھے۔

دولت کدہ میں بکثرت حاضری :

حضرت اَبو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے ، ایک مدت تک ہم یہی خیال کرتے رہے کہ عبداللہؓ بن مسعود خاندانِ نبوت کے ایک فرد ہیں ، اِس وجہ سے کہ یہ اور اِن کی والدہ بکثرت حضور ﷺ کی خدمت میں آتے جاتے رہتے تھے (چونکہ اِس قسم کی حاضری عموماً خاندان والوں ہی کی ہوتی ہے) ۔ (بخاری و مسلم)

غزوۂ بدر کے موقع پر جب اللہ کے دُشمن اَبو جہل کو دو نوعمر صحابیوں نے زخمی کر دیا تو حضور ﷺ نے آپ ہی کو اُس کے قتل کے لیے بھیجا ، آپ نے اِس اُمت کے فرعون کو قتل کرنے کا اِعزاز حاصل کیا ،

---

[1] مُسند احمد رقم الحدیث ٣٥٩٨

حضور ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔

اِتباعِ سنت اور اِبنِ مسعود رضی اللہ عنہ :

نبی اکرم ﷺ کی خصوصی توجہ اور علمی و عملی ذوق وشوق اور جذبہ اِتباعِ سنت کی وجہ سے آپ کا یہ حال تھا کہ کھانے پینے اُٹھنے بیٹھنے غرض ہر چیز میں نبی کریم ﷺ کی اِتباع کو اِختیار فرماتے تھے، جب عبدالرحمٰن بن یزید نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی اَکرم ﷺ کے صحابہ کرامؓ میں اَعمال واَخلاق اور سیرت کے اِعتبار سے حضور ﷺ سے زیادہ قریب کون ہے تاکہ ہم اُن سے اِستفادہ کریں تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے علم میں سکینت، وقار، حسنِ سیرت، اِستقامت اور دینی اُمور میں اِبن مسعودؓ کے علاوہ کوئی صحابی آپ سے زیادہ اَقرب واَشبہ نہیں۔

حضرت اِبن مسعودؓ کے بارے میں نبی علیہ السلام کے اِرشادات :

☆ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو: عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ اَبی حذیفہ، اُبی بن کعب، معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اِس حدیث کے راوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِن چاروں میں نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا اِس لیے میں اِن سے ہمیشہ محبت کرتا رہوں گا۔ (بخاری شریف)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا اَنبیاءِ سابقین میں نبی کے ساتھ رفیق ہوا کرتے تھے، مجھے اللہ نے چودہ رفیق عنایت فرمائے، اُن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّہٗ لَمْ یَکُنْ نَبِیٌّ اِلَّاوَقَدْ اُعْطِیَ سَبْعَۃُ نُجَبَاءُ رُفَقَاءُ وُزَرَاءُ وَاِنِّیْ اُعْطِیْتُ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ : حَمْزَۃُ، اَبُوْبَکْرٍ، عُمَرُ، عَلِیٌّ، جَعْفَرُ، حَسَنٌ، حُسَیْنٌ، اِبْنُ مَسْعُوْدٍ، اَبُوْذَرٍّ، مِقْدَادٌ، حُذَیْفَۃُ، عَمَّارٌ، سَلْمَانٌ.(سیر اعلام النبلاء)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی :

﴿ لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ وَعَمِلُو الصّٰلِحَاتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَاٰمَنُوْا وَعَمِلُو الصّٰلِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَ اَحْسَنُوْا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾ (سُورۃ المائدہ : ۹۳)

''جولوگ اِیمان لائے اور نیک عمل کیے اُن پر اِس بارے میں کوئی گناہ نہیں کہ اُنہوں نے کھایا پیا جبکہ اُنہوں نے تقوی اِختیار کیا اور اِیمان لائے اور نیک عمل کیے پھر تقوی اِختیار کیا اور اِیمان لائے پھر تقوی اِختیار کیا اور نیک اَعمال میں لگے اور اللہ اچھے عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

تو نبی کریم علیہ السلام نے اِرشاد فرمایا تم اِن ہی لوگوں میں سے ہو۔

☆ حدیث شریف میں آتا ہے : عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَوْ کُنْتُ مُؤَمِّرًا اَحَدًا مِّنْ غَیْرِ مَشْوَرَۃٍ لَاَمَّرْتُ ابْنَ اُمِّ عَبْدٍ . (ترمذی شریف رقم الحدیث : ۳۸۰۹)

☆ حضرت سارہ بنت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ عَبْدَ اللّٰہِ اَثْقَلُ فِی الْمِیْزَانِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِنْ اُحُدٍ اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن میزانِ عمل میں عبداللہ اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہوں گے۔(سیر اعلام النبلاء ص۳۰۱)

☆ اِسی طرح ترمذی شریف میں نبی علیہ السلام کا یہ اِرشاد منقول ہے : تَمَسَّکُوْ بِعَھْدِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ یعنی تم اِبن اُم عبد (عبداللہ بن مسعودؓ) کی باتوں کی پابندی کرو۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی سے اِرشاد فرمایا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وزن اپنے اَعمال کی وجہ سے میزان میں پہاڑ سے بھی زیادہ ہوگا۔(الاصابہ ج۲ ص۳۷۰)

علامہ اِبن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، اُنہوں نے سورۃ النساء شروع کر رکھی تھی اِتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے، حضرت اَبوبکر

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی ہمراہ تھے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص قرآنِ مجید کو اِس طرح سے پڑھنا چاہے جس طرح کہ نازل ہوا تھا وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءات کے مطابق پڑھے پھر جب عبداللہ بیٹھ کر دُعا کرنے لگے تو حضور ﷺ نے فرمایا ہاں اَب دُعا کرو جو مانگو مِل جائے گا تو اُنہوں نے یہ دُعا کی : اے اللہ ! میں تجھ سے ایسا اِیمان مانگتا ہوں جس کے بعد اِرتداد نہ آئے، ایسی نعمتیں مانگتا ہوں جو منقطع نہ ہونے پائیں اور جنت الخلد کے اعلیٰ مقام میں تیرے نبی ﷺ کی رفاقت مانگتا ہوں....الخ۔ (الاستیعاب ص٣٧٢ بحوالہ کاروانِ جنت)

☆ صاحبِ مشکوۃ اپنی کتاب الاکمال فی اَسماء الرجال میں تحریر فرماتے ہیں : وَشَھِدَ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْجَنَّةِ . اِبنِ مسعودؓ کے لیے حضور اکرم ﷺ نے جنت کی گواہی دی۔

☆ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا : رَضِیْتُ لِاُمَّتِیْ مَارَضِیَ لَھَا ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ مجھے اپنی اُمت کے لیے وہ بات پسند ہے جو اِبنِ اُمِ عبد اُن کے لیے پسند کریں۔ (اَعلام النبلاء)

قرآن اور اِبن مسعودؓ :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اَقدس ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو قرآنِ کریم سناؤں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ! میں آپ کو کیا قرآن سناؤں، قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں دُوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ میں نے سورہ نساء سے پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ ﴿ فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَھِیْدٍ ﴾ تک پہنچ گیا تو آپ نے مجھے روک دیا اور فرمایا بس کافی ہے، میں نے آپ کی طرف دیکھا آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (بخاری شریف رقم الحدیث ٤٥٨٣)

☆ ایک دِن دارِ اَرقم میں مشورہ ہوا کہ ابھی تک مشرکینِ مکہ کو قرآنِ مجید بلند آواز سے نہیں سنایا گیا اُنہیں قرآنِ مجید سنانا چاہیے اِس کام کے لیے اپنے آپ کو کون پیش کرے گا ؟ حضرت اِبن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ خدمت سر اَنجام دینے کے لیے اَپنا نام پیش کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ

کو اِس بارے میں تامل ہوا کیونکہ اِن کے پشت پر کوئی طاقتور قبیلہ یا خاندان ایسا نہیں تھا جو اِن کی حفاظت کرے، تاہم اِبنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر پیش کر دیا، یہ نوعمر لڑکا حرم میں پہنچا دوپہر کا وقت تھا مشرکینِ مکہ اپنے اپنے گھروں میں موجود تھے، جب سورہ رحمٰن کی تلاوت کی آواز اُن کے کانوں میں گونجی تو یکے بعد دیگرے گھروں سے نکل آئے اور یہ دیکھ کر برہم ہوگئے کہ اِس اُمِ عبد کی یہ جرأت کہ اِعلانیہ محمد ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کی تلاوت کر رہا ہے تو اِبنِ مسعودؓ کے منہ پر طمانچے مارنے شروع کر دیے لیکن عبداللہ بن مسعودؓ نے بھی مار کی پروا کیے بغیر سورۂ رحمٰن مکمل کی، مشرکین کو جب قرآن سنا کر دارِ اَرقم واپس آئے تو صحابہ اور حضور ﷺ یہ حال دیکھ کر رنجیدہ ہوئے، نبی اَکرم ﷺ نے اِرشاد فرمایا آپ کو بہت تکلیف اُٹھانی پڑی ہے، اِبنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے عرض کیا خدا کی قسم میرے دِل سے ڈر اور خوف ایسے نکل گیا کہ یہ لوگ مجھے بہت ہلکے دکھائی دینے لگے، اَب جب حکم ہو بے خوف تلاوت سنانے کو تیار ہوں۔

حضرت عروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد اُونچی آواز سے مکہ میں قرآن کی تلاوت کرنے والے سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ج ٣)

حضرت اِبنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کی جو بھی سورۃ نازل ہوئی میں جانتا ہوں جس بارے میں نازل ہوئی، اگر میرے علم میں یہ بات آتی کہ کوئی شخص اللہ کی کتاب کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (اور) اُس تک اُونٹ اور سواریاں جا سکتیں تو میں اُس کے پاس پہنچ جاتا۔ (طبقات اِبن سعد ج ٢)

ایک دفعہ حضرت اِبنِ مسعودؓ بیمار ہوئے تو حضرت عثمان ذوالنورینؓ آپ کی عیادت کے لیے آپ کے پاس تشریف لے گئے۔

پوچھا : مَا تَشْتَکِیْ آپ کیا تکلیف محسوس کرتے ہیں ؟

فرمایا : ذُنُوْبِیْ ، مجھے اپنے گناہوں کی تکلیف کا اِحساس ہے۔

پوچھا : فَمَا تَشْتَھِیْ ؟ آپ کی کیا خواہش ہے ؟

فرمایا : رَحْمَةَ رَبِّیْ میں اپنے پروردگار کی رحمت کا خواستگار ہوں۔

پوچھا : أَلَا اٰمُرُ لَكَ بِطَبِیْبٍ آپ کے لیے کسی طبیب کا اِنتظام نہ کردُوں ؟

فرمایا : اَلطَّبِیْبُ اَمْرَضَنِیْ میرے لیے طبیب کا کیا اِنتظام کریں گے، اَصل ''طبیب'' ہی نے مجھے بیمار کیا ہے۔

پوچھا : أَلَا اٰمُرُ لَكَ بِعَطَاءٍ آپ کے لیے کچھ رقم کا بندوبست کردُوں ؟

فرمایا : لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْهِ یعنی مجھے ضرورت نہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کو ضرورت نہ سہی آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گی۔

حضرت اِبن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ کو میری بیٹیوں کے بارے میں فقر کا اَندیشہ ہے ؟ ایسی بات نہیں ہوگی کیونکہ میں نے اُنہیں روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھنے کی تلقین کی ہوئی ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا یعنی جس نے ہر رات سورۂ واقعہ پڑھی اُس کو کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔

حضرت عمرؓ کے نزدیک حضرت اِبن مسعودؓ کا مقام :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا جس کا قد بیٹھے ہوئے آدمی کے برابر تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ دیر اُن سے گفتگو کرتے رہے پھر وہ چلے گئے تو عمرؓ نے فرمایا یہ اِبن مسعودؓ ہیں، یہ ظرف ہیں علم سے بھرا ہوا، یہ ظرف ہیں علم سے بھرا ہوا۔

حضرت عمرؓ نے جن چار آدمیوں کو مدینہ سے باہر جانے سے منع کر رکھا تھا اور اُن کو بطورِ مفتی اور مشیر اپنے پاس رکھا ہوا تھا اُن میں جو دو اہم شخص تھے وہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما تھے چونکہ خلافت کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نت نئے مسائل آجاتے ہیں میں اکیلا یہ سب کام نہیں کرسکتا ہے اِس لیے آپ حضرات میرے پاس رہیں اور اِن جدید مسائل کو حل کرنے میں میری مدد کریں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کوفہ میں تقرر فرمایا تو اہلِ کوفہ کو تحریر کیا کہ بے شک میں نے عمار بن یاسر کو تمہارا اُمیر اور عبداللہ بن مسعود کو اُستاذ اور وزیر بنا کر بھیجا ہے اور بیت المال کی ذمہ داری بھی عبداللہ بن مسعود کے سپرد کی ہے یہ دونوں حضور ﷺ کے صحابہ میں خاص عظمت و شرف کے حامل ہیں، اِن کی سنو اور مانو۔ اِسی طرح ایک موقع پر اِرشاد فرمایا میں اپنے جگر کا ٹکڑا کاٹ کر کوفہ والوں کو دے رہا ہوں۔

حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت اِبن مسعودؓ کا مقام :

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اِبن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا اُس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانا، وہ سنت کے عالم اور دین کے فقیہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے ملے اور اُن کے علمی کارنامے دیکھے تو فرمایا اللہ تعالیٰ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر رحم و کرم فرمائے اِنہوں نے کوفہ کو علم سے بھر دیا۔

اِرشاداتِ عالیہ :

قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍؓ لَیْسَ الْعِلْمُ بِکَثْرَۃِ الْحَدِیْثِ وَلٰکِنَّ الْعِلْمَ بِالْخَشْیَۃِ .

(السُنن الکبری للبیھقیؒ رقم الحدیث : ۴۸۶)

صرف کثرتِ روایت کا نام علم نہیں ہے جب تک علم کے ساتھ ساتھ خشیتِ اِلٰہی نہ ہو۔

ایک موقع پر آپ نے اپنے خطبہ میں اِرشاد فرمایا :

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ رَبُّنَا وَاِنَّ الْاِسْلَامَ دِیْنُنَا وَاِنَّ الْقُرْآنَ اِمَامُنَا وَاِنَّ الْبَیْتَ قِبْلَتُنَا وَاِنَّ ھٰذَا نَبِیُّنَا .

اللہ رب العزت ہمارے رب ہیں اور اِسلام ہمارا دین ہے اور قرآن ہمارا دستور ہے، بیت اللہ ہمارا قبلہ ہے اور یہ ہمارے نبی ﷺ ہیں۔

وَاَوْمَأَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ رَضِیْنَا مَا رَضِیَ اللّٰہُ لَنَا وَرَسُوْلُہٗ وَکَرِھْنَا مَاکَرِہَ اللّٰہُ لَنَا وَرَسُوْلُہٗ .

''اور نبی کریم علیہ السلام کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے پسند کیا جو اللہ اور اُس کے رسول علیہ السلام نے ہمارے لیے پسند کیا اور ہم نے ناپسند کیا جو اللہ اور اُس کے رسول علیہ السلام نے ہمارے لیے ناپسند کیا۔''

فقہ حنفی کا مأخذ :

پہلے یہ گزر چکا ہے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بطورِ مفتی اور مشیر جن حضرات کو اپنے پاس ٹھہرایا تھا اُن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں میں حضرت علقمہ، علقمہ کے شاگرد اِبراہیم نخعی، حضرت اِبراہیم نخعی کے شاگرد حضرت حماد اور حماد کے شاگرد اِمامِ اعظم اَبوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہم ہیں اِس لحاظ سے فقہ حنفی کا سرچشمہ اور مورثِ اَوّل اِبن مسعودؓ ہیں، آپ نے کوفہ کو جو علم سے بھرا تھا، یہ تمام علوم نبی کریم علیہ السلام کے شہر مبارک (مدینہ) سے مرادِ رسول سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں آئے تھے، اِسی کوفہ میں علمی ماحول کو دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دُعا دی تھی : رَحِمَ اللّٰہُ اِبْنَ اُمِّ عَبْدٍ قَدْ مَلَأَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃَ عِلْمًا.

کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ اِبن مسعود رضی اللہ عنہ نے فقہ کا کھیت بویا اور علقمہؒ نے اُس کو پانی دے کر سیراب کیا اور اِبراہیم نخعیؒ نے اُس کو کاٹا اور حمادؒ نے اُسے گاہا[1] اِمام صاحبؒ نے اُس کا آٹا پیسا اور اِمام اَبویوسفؒ نے اُس کو گوندھا اِمام محمدؒ نے اُس کی روٹیاں پکائیں اور تمام لوگ کھا رہے ہیں۔

چونکہ کوفہ عرصۂ دراز تک اِسلامی علوم اور فقہ حنفی کا سرچشمہ رہا ہے اِس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ کی علمی مرکزیت کا بھی کچھ تذکرہ کر دیا جائے۔

کوفہ کی علمی مرکزیت :

تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن اَبی وقاصؓ نے جب عراق فتح کیا تو فاروقِ اَعظم رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ ۱۷ھ میں کوفہ تعمیر کیا گیا اِس کے اَطراف و جوانب میں فصحائے عرب آباد کیے گئے اِس شہر کے آباد ہونے کے بعد بڑی تعداد میں

---

[1] اَناج پر بیلوں کو پھرانا تاکہ بھس اور اَناج الگ الگ ہو جائے، یہ کام آج کل تھریشر کے ذریعہ لیا جاتا ہے۔

جلیل القدر صحابہ کرامؓ یہاں تشریف لائے۔

علامہ اِبن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ستر بدری اور تین سو بیعتِ رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کوفہ میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

عبدالجبار بن عباسؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے محدثِ مکہ حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مسائل دریافت کیے تو اُنہوں نے پوچھا تمہارا مکان کہاں ہے، عباس نے کہا کوفہ میں، حضرت عطاءؒ نے تعجب سے فرمایا تم مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو حالانکہ مکہ میں علم کوفہ سے ہی آیا ہے۔

حضرت علیؓ کے نزدیک علماءِ کوفہ کا مقام :

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کوفہ میں ورود ہوا یہ وہ زمانہ ہے کہ اِبن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ وہاں پر لوگوں کو فقیہ بنانے میں مصروف تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جامع مسجد کوفہ میں آکر دیکھا تو چار سو کے قریب دواتیں رکھی ہوئی تھیں، طلباء کتابت علم میں مصروف تھے یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا لَقَدْ تَرَکَ ابْنُ اُمِّ عَبْدٍ ھٰؤُلَاءِ سُرُجَ الْکُوْفَۃِ یعنی اِبن اُمِ عبد (اِبن مسعودؓ) نے اِن لوگوں کو کوفہ کا چراغ بنادیا۔

اِمام اَحمد بن حنبلؒ کے نزدیک کوفہ کا مقام :

ایک دفعہ اِمام اَحمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اُن کے صاحبزادے عبداللہ نے دریافت کیا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہیے، آیا کہ ایک ہی اُستاذ کی خدمت میں رہ کر اُسی سے حدیثیں لکھتا رہے یا اُن مقامات کا رُخ کرے جہاں علم کا چرچا ہے اور وہاں جا کر علماء سے اِستفادہ کرے۔ اِمام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''وہ سفر کرے اور کوفہ، بصرہ، مدینہ اور مکہ والوں سے اَحادیث لکھے۔''

اِمام بخاریؒ کے نزدیک کوفہ کا مقام :

اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں شام، مصر اور جزیرہ دو مرتبہ گیا، بصرہ چار مرتبہ گیا،

حجازِ مقدس میں چھ سال مقیم رہا اور کوفہ بغداد میں محدثین کے ساتھ مجھے کتنی مرتبہ جانا ہوا یہ تو میں شمار بھی نہیں کر سکتا۔ (الہدی الساری مقدمہ فتح الباری)۔

وفات :

ایک دفعہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور ﷺ منبر پر تشریف فرما ہیں اور اِبن مسعودؓ کو فرما رہے ہیں میرے پاس آجاؤ۔ اُس شخص نے یہ خواب سنایا تو آپ نے فرمایا اَب وقت قریب ہے، اِتنے میں حضرت عثمانؓ نے مدینہ بلالیا، آتے ہی بیمار ہوئے زبیر بن عوام اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو اپنی بچیوں اور دیگر معاملات کی وصیت فرمائی، ۳۲ھ میں وفات پائی۔ سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا، جنت البقیع میں مدفون ہوئے، ساٹھ سال سے زائد عمر پائی، اپنی وفات سے دو سال قبل بیت المال سے وظیفہ لینا ترک کر دیا تھا۔ حضرت اِبن مسعودؓ سے آٹھ سو اَڑتالیس حدیثیں مروی ہیں اُن میں سے ۶۴ متفق علیہ ہیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ۔

بقیہ : ماہِ ربیع الاوّل اور مسلمانوں کا طرزِ عمل

پس اے غفلت شعارانِ ملت ! تمہاری غفلت پر صد فغاں وحسرت اور تمہاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ وبکا !! اگر تم اِس ماہِ مُبارک کی اصلی عزت وحقیقت سے بے خبر ہو اور صرف زبانوں کے ترانوں اور دیوار کی آرائشوں اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اِس کے مقصد یادگاری کو گم کر دو، تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ مبارک مہینہ اُمتِ مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی بادشاہت کے قیام کا اَوّلین اعلان ہے، خلافتِ اَرضی ووراثتِ اِلٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔ پس اِس کے آنے کی خوشی اور اِس کا تذکرہ ویاد کی لذت، یہ اُس شخص کی رُوح پر حرام ہے جو اپنے اِیمان اور عمل کے اَندر اِس پیغام اِلٰہی کی تعمیل واِطاعت اور اُسوۂ حسنہ کی پیروی کے لیے کوئی نمونہ نہیں رکھتا۔ ❁ ❁ ❁

اَخبار الجامعہ

﴿ جامعہ مدنیہ جدید محمد آباد رائیونڈ روڈ لاہور ﴾

۳ر دسمبر بروز بدھ بعد نمازِ مغرب شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب لاہور سے دین پور شریف اور لاڑکانہ جانے کے لیے بذریعہ کراچی ایکسپریس روہڑی سکھر کے لیے روانہ ہوئے۔

۴ر دسمبر بروز جمعرات صبح ۴ بجے روہڑی سٹیشن پر پہنچے جہاں جامعہ جدید کے فاضل مولانا شاہد صاحب شکار پور سے اپنی کار پر حضرت کے اِستقبال کے لیے موجود تھے، اُن کے ساتھ سکھر کے مولانا فرحان صاحب بھی موجود تھے۔ مولانا فرحان صاحب کی پرزور دعوت پر اُن کے مدرسہ معاذ بن جبل میں کچھ دیر قیام کیا، اَوّل وقت نمازِ فجر کی اَدائیگی کے بعد جمعیۃ علماءِ اِسلام سندھ کے جنرل سیکرٹری محترم ڈاکٹر خالد محمود صاحب سومرو شہیدؒ کی تعزیت کے لیے لاڑکانہ میں اُن کے مدرسہ تشریف لے گئے جہاں اُن کے صاحبزادگان سے تعزیت فرمائی، وہاں سے مولانا سراج اَحمد شاہ صاحب اَمروٹی مد ظلہم کی ہمشیرہ کی تعزیت کے لیے اَمروٹ تشریف لے گئے مزارات پر حاضری اور ناشتہ کے بعد وہاں سے رُخصت چاہی۔ خلیفہ سائیں عبداللہ صاحب مد ظلہم حضرت صاحب کو لینے آئے، اُن کے ہاں مختصر دُعائے خیر کے بعد مولانا عبدالغفار صاحب معرفانی کی خانقاہ میں تشریف لے گئے، وہاں سے مولانا یوسف صاحب بروہی کے مدرسہ جامعہ حمادیہ میں بھی تشریف لے گئے، بعد اَزاں حضرت نے خانپور کی مرکزی مسجد میں مختصر بیان فرمایا۔

بعد اَز ظہر حضرت صاحب صادق آباد براستہ کشمور تشریف لے گئے، صادق آباد بائی پاس پر جامعہ مدنیہ جدید کے فاضل مولانا خدا بخش صاحب اپنے بھائی کے ہمراہ حضرت کے اِستقبال کے لیے موجود تھے، مولانا شاہد صاحب کو وہیں سے اِجازت دے کر رُخصت فرمایا۔

پھر حضرت صاحب خانقاہِ غفوریہ صادق آباد تشریف لے گئے جہاں خانقاہ کے ذمہ دار اَحباب سے ملاقات ہوئی، اُن کے اِصرار پر حضرت نے چند نصائح اِرشاد فرمائیں، بعد نمازِ مغرب خانپور کٹورہ میں حضرت مولانا عبد السمیع صاحب مدظلہم کے ہاں اُن کے برادرِ بزرگ حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ کی تعزیت کے لیے تشریف لیے گئے، بعد اَزاں اُن کے ہمراہ حضرت مولانا میاں سراج اَحمد صاحب دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے لیے حضرت میاں مسعود اَحمد صاحب دین پوری مدظلہم کے پاس خانقاہ دین پور شریف تشریف لے گئے، رات مولانا عبد السمیع صاحب کے ہاں قیام ہوا، صبح خیبر میل سے لاہور واپسی کے لیے روانہ ہوئے، واپسی پر بہاولپور سٹیشن پر عبد الرحمٰن خان صاحب (ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفیسر) اِسلامی مشن کے نائب صدر نے حضرت سے ملاقات کی۔ ۵/دسمبر کو رات آٹھ بجے بخیر و عافیت واپس تشریف لے آئے، والحمد للہ۔

۱۲/دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب جناب غلام محی الدین صاحب کا نکاح پڑھانے خوشاب تشریف لے گئے، نکاح سے قبل خوشاب کی جامع مسجد میں جمعہ بھی پڑھایا۔

۱۹/دسمبر کو شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں جامعہ کے فاضل مولانا اَنیس شاہ صاحب کی دعوت پر ویلنشیاء ٹاؤن میں سہ روزہ ختمِ نبوت کورس کی اِفتتاحی تقریب میں شرکت کی اور بیان فرمایا۔

۲۱/دسمبر کو اِنگلینڈ کے حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب منصوری مدظلہم چیئرمین ورلڈ اِسلامک فورم لندن جامعہ مدنیہ جدید تشریف لائے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا سیّد محمود میاں صاحب سے اُن کی رہائشگاہ پر ملاقات کی۔

مخیّر حضرات سے اَپیل

جامعہ مدنیہ جدید میں بحمد اللہ چار منزلہ دارُ الاقامہ (ہوسٹل) کی تعمیر شروع ہو چکی ہے پہلی منزل پر ڈھائی کروڑ روپے کی لاگت کا تخمینہ ہے، مخیّر حضرات کو اِس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی دعوت دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (اِدارہ)

جامعہ مدنیہ جدید و مسجد حامد

کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیجیے

بانیٔ جامعہ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمہ اللہ نے جامعہ مدنیہ کی وسیع پیمانے پر ترقی کے لیے محمد آباد موضع پاجیاں (رائیونڈ روڈ لاہور نزد چوک تبلیغی جلسہ گاہ) پر برلب ِسڑک جامعہ اور خانقاہ کے لیے تقریباً چوبیس ایکڑ رقبہ ۱۹۸۱ء میں خرید کیا تھا۔ جہاں الحمد للہ تعلیم اور تعمیر دونوں کام بڑے پیمانہ پر جاری ہیں۔ جامعہ اَور مسجد کی تکمیل محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُس کی طرف سے توفیق عطاء کیے گئے اہلِ خیر حضرات کی دُعاؤں اور تعاون سے ہوگی۔ اِس مبارک کام میں آپ خود بھی خرچ کیجیے اَور اپنے عزیز و اَقارب کو بھی ترغیب دیجیے۔ ایک اَندازے کے مطابق مسجد میں ایک نمازی کی جگہ پر دس ہزار روپے لاگت آئے گی، حسب ِاستطاعت زیادہ سے زیادہ نمازیوں کی جگہ بنوا کر صدقۂ جاریہ کا سامان فرمائیں۔

منجانب

سیّد محمود میاں مہتمم جامعہ مدنیہ جدید و اَراکین اَور خدام خانقاہِ حامدیہ

خطوط، عطیات اور چیک بھیجنے کے پتے

سیّد محمود میاں ''جامعہ مدنیہ جدید'' محمد آباد 19 کلو میٹر رائیونڈ روڈ لاہور

فون نمبر : 35330310 - 42 - 92+ فیکس نمبر 35330311 - 42 - 92+

فون نمبر : 37726702 - 42 - 92+ فیکس نمبر 37703662 - 42 - 92+

موبائل نمبر 4249301 - 333 - 92+

جامعہ مدنیہ جدید کا اَکاؤنٹ نمبر (0-7915-100-020-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور

مسجد حامد کا اَکاؤنٹ نمبر (1-1046-100-040-0954)MCB کریم پارک برانچ لاہور